مختصر طریقہ نماز

معہ:

(مختصر طریقہ وضوء)

اور

(مختصر نواقضِ وضوء)

تالیف:

پروفیسر احمد بن محمد الخلیل

قصیم یونیورسیٹی

تفصیلاتِ کتاب

* کتاب	:	مختصر طریقہ نماز
* تالیف	:	پروفیسر احمد بن محمد الخلیل
* ترجمہ	:	سیف الرحمن حفظ الرحمن تیمی / شفاء اللہ الیاس تیمی
* سن اشاعت	:	2021-1442
* صفحات	:	65
* ایمیل	:	binhifzurrahman@gmail.com

مقدمہ

الحمد لله رب العالمين وصلى الله وبارك على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين

أما بعد:

میری کتاب (مختصر طریقہ نماز) کا یہ نیا ایڈیشن ہے، اس کے مقدمہ کے طور پر میں نے دو ابواب کا اضافہ کیا ہے:

(مختصر طریقہ وضوء) اور (مختصر نواقضِ وضوء)۔ تاکہ نماز سے متعلق اہم مسائل ایک ہی کتاب میں جمع ہو جائیں۔

میں اللہ سے دعا گو ہوں کہ اس کتاب کو نفع بخش بنائے، اسے اپنے فضل وکرم اور رحمت ومہربانی سے قبولِ عام عطا فرمائے۔

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين.

تحریر:

پروفیسر احمد بن محمد الخلیل

۱۵/۳/۱۴۴۱ھ

مقدمہ

مختصر طریقہ وضوء، اور مختصر نواقضِ وضوء

الحمد لله رب العالمين، وصلى الله وسلم وبارك على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين.

أما بعد:

میں نے (طریقہ نماز) پر مشتمل ایک کتاب منظر عام پر لایا تھا، جس کو پڑھنے کے بعد چند فاضل احباب نے مجھے مشورہ دیا کہ اس کتاب کے مقدمہ میں مختصر طور پر (طریقہ وضوء) اور (نواقضِ وضوء) بھی شامل کر دئے جائیں۔

مجھے یہ مشورہ مناسب معلوم ہوا، کیوں کہ وضوء اور نواقضِ وضوء ایسے عمدہ مباحث ہیں جن کو طریقہ نماز سے پہلے پیش کرنا نہایت بر محل ہے۔

میں نے (طریقہ وضوء اور نواقضِ وضوء) سے متعلق کبار اہل علم کے اختلاف، ان کے دلائل اور راجح قول کے ساتھ تفصیلی بحث تین کتابوں میں کی ہے:

اول: شرح زاد المستقنع

دوم: شرح بلوغ المرام

سوم: التوضيح المقنع شرح الروض المربع

زیر نظر صفحات میں ان مباحث کا ہی خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔

اس خلاصہ میں درج ذیل امور ذکر کئے گئے ہیں:

۱- (طریقہ وضوء اور نواقضِ وضوء) سے متعلق صرف راجح قول ذکر کیا گیا ہے۔

۲- یہ اقوال تسلسل کے ساتھ، مختصر انداز میں پیش کئے گئے ہیں جن کو بہ آسانی سمجھا جا سکتا ہے۔ ان شاء اللہ۔

اللہ بلند و برتر اور قادر مطلق سے دعا ہے کہ اسے شرف قبولیت سے نوازے اور اپنی رضا کے لئے خالص کر لے۔

(مختصر طریقہ وضوء)

- علمائے کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ ہر مسلمان کے لئے وضوء کا طریقہ سیکھنا واجب ہے۔
- (وضوء) اسلام میں ایک عظیم ترین عبادت ہے۔
- شریعت اسلامیہ میں (وضوء) کی بہت سی فضیلتیں آئی ہیں، احادیث نبویہ میں اس کی سب سے بڑی فضیلت یہ آئی ہے کہ وہ گناہوں کا کفارہ ہے:

مثال کے طور پر حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کیا میں تمہیں ایسی چیز سے آگاہ نہ کروں، جس کے ذریعے سے اللہ تعالی گناہ مٹا دیتا ہے اور درجات بلند فرماتا ہے؟"۔ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیوں نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "ناگواریوں کے باوجود اچھی طرح وضوء کرنا، ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، یہی رباط (شیطان کے خلاف جنگ کی چھاؤنی) ہے"۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے (۲۵۱)۔

- جب مسلمان وضوء کرنا چاہے تو اللہ سے مدد طلب کرے اور درج ذیل تنبیہات کی روشنی میں وضوء کرے:

۱-وضوء کی نیت کرے، کیوں کہ نبی ﷺ کی حدیث ہے: **"اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر آدمی کو اس کی نیت ہی کے مطابق پھل ملے گا"۔**

۲-پھر اپنی دونوں ہتھیلیوں کو تین دفعہ دھوئے، یہ ایک مستحب عمل ہے۔

۳-اس کے بعد منہ میں پانی ڈال کر کلی کرے اور ناک میں پانی ڈال کر ناک صاف کرے، ایک دفعہ ایسا کرنا واجب ہے اور تین دفعہ ایسا کرنا مستحب ہے۔

۴-سنت یہ ہے کہ منہ اور ناک میں ایک ہی چلو سے پانی ڈالے۔

۵-ائمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دائیں ہاتھ سے منہ اور ناک میں پانی ڈالنا اور بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا مستحب ہے۔

٦-اس کے بعد اپنا چہرہ دھوئے، ایک مرتبہ ایسا کرنا واجب ہے اور تین دفعہ مستحب ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ)

ترجمہ:مومنو! جب تم نماز پڑھنے کا قصد کیا کرو تم منہ دھو لیا کرو۔

۷-لمبائی میں چہرہ کا وہ حصہ جس کو دھونا واجب ہے، وہ یہ ہے: پیشانی کے بالائی حصہ (ہیئر لائن) جہاں سے عام طور پر بال نکلتا ہے، سے لیکر داڑھی اور ٹُھڈی کے نیچے تک۔ چہرے کی یہ تحدید فقہائے اسلام کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

۸-چورائی میں چہرہ کا وہ حصہ جسے دھونا واجب ہے، وہ یہ ہے: ایک کان سے دوسرے کان تک، من جملہ طور پر ائمہ اربعہ کے نزدیک یہ تحدید بھی متفق علیہ ہے۔

۹-اگر چہرہ پر معمولی بال ہو جس سے چمڑا نظر آرہا ہو تو چمڑا اور بال دونوں کو دھونا واجب ہے، کیوں کہ (بال کے نیچے سے) چمڑا نظر آرہا ہوتا ہے اس لئے اسے اور اس کے ساتھ بال کو بھی دھلنا واجب ہے، اس لئے کہ یہ فرض کے مقام میں ہے، یہ بھی ائمہ اربعہ کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

۱۰-اگر چہرہ پر گھنا بال ہو تو صرف بال کو دھونا واجب ہے، وہ بھی اس کا وہ حصہ جو چہرہ کے دائرے میں ہو، چنانچہ داڑھی کا جو حصہ چہرہ کے دائرے سے باہر لٹک رہا ہو، اسے دھونا واجب نہیں۔

۱۱-اس کے بعد دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوئے، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: (وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ)

ترجمہ:اور کہنیوں تک ہاتھ دھو لیا کرو۔

ایک دفعہ ایسا کرنا واجب ہے، جبکہ تین دفعہ مستحب ہے۔

۱۲- پھر اپنے پورے سر کا کانوں سمیت پانی سے مسح کرے، ایک دفعہ ایسا کرنا واجب ہے، **جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے**: (وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ)

ترجمہ: اور سر کا مسح کر لیا کرو۔

(مسح کے) واجبی حصہ کو احاطہ میں لے کر جس طرح بھی مسح کرے کافی ہو گا، (مسح کا) واجبی حصہ یہ ہے: (پیشانی کے بالائی حصہ (ہیئر لائن) جہاں سے عام طور پر بال نکلتا ہے، سے لے کر سر کے پچھلے حصے -گُدّی- تک)۔

۱۳-عام اہل علم کے نزدیک سر اور کانوں کا دوبارہ مسح کرنا مستحب نہیں ہے۔

۱۴- مسح کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو پیشانی سے سر کے پچھلے حصے (گُدّی) تک پھیرے، پھر وہاں سے دونوں ہاتھ کو لوٹاتے ہوئے اس جگہ پر لائے جہاں سے شروع کیا تھا۔

جیسا کہ عبد اللہ بن زید کی حدیث ہے کہ رسو اللہ ﷺ نے: "مسح سر کے اگلے حصے سے شروع کیا اور اس کے پچھلے حصے تک لے گئے، پھر جہاں سے شروع کیا تھا وہاں تک ہاتھوں کو لائے"۔

۱۵- پھر اپنے دونوں ہاتھ کی انگشتِ شہادت سے کان کے اندرونی حصے اور انگوٹھوں سے کان کے ظاہری حصے کا مسح کرے۔

۱۶-اس کے بعد دونوں پاؤں کو ٹخنوں تک دھوئے، یعنی: دونوں پاؤں کی پنڈلیوں کے آخری حصے میں ابھری ہوئی دونوں ہڈیوں سمیت (پاؤں کو دھوئے)، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: (وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ)

ترجمہ: اور ٹخنوں تک پاؤں (دھو لیا کرو)۔

ایک دفعہ ایسا کرنا واجب اور تین دفعہ مستحب ہے۔

(وضوء کے) واجبی حصہ کو مکمل طور پر دھونے کا خوب اہتمام کرے، **کیوں کہ حدیث رسول ﷺ ہے: "خشک ایڑیوں کے لئے آگ کا عذاب ہے"۔ اس حدیث کو بخاری ومسلم نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔**

نیز عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: (ایک شخص نے وضو کیا تو اپنے پاؤں پر ایک ناخن جتنی جگہ چھوڑ دی، تو نبی ﷺ نے اس کو دیکھ لیا اور فرمایا: "واپس جاؤ اور اپنا وضوء خوب اچھی طرح کرو"، وہ واپس گیا، وضوء کیا، پھر نماز پڑھی)۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

۱۷- (ترتیب) وضوء کے فرائض میں سے ہے، بایں طور کہ اعضائے وضوء کو اسی ترتیب سے دھوئے جو ترتیب آیتِ وضوء میں آئی ہے، (غیر مرتب انداز میں) کسی عضو کو دوسرے عضو سے پہلے نہ دھوئے، مثال کے طور پر پاؤں کو ہاتھ سے پہلے نہ دھوئے۔

۱۸- (موالات) بھی وضوء کے فرائض میں سے ہے، موالات کا مطلب یہ ہے کہ: کسی عضو کو دھونے میں اتنی تاخیر نہ کر دے کہ اس سے پہلے والا عضو خشک ہو جائے، **مثال کے طور پر ہاتھوں کو دھونے میں اتنی تاخیر نہ کرے کہ چہرہ خشک ہو جائے۔**

۱۹- وضوء سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا پڑھے: (أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ)

جیسا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے جو شخص بھی وضوء کرے اور اپنے وضوء کو پورا کرے (یا خوب اچھی طرح وضوء کرے) پھر یہ کہے: (أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ) یعنی: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں، تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جس سے چاہے داخل ہو جائے"۔

ایک دوسری روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کے بعد مذکورہ روایت کے الفاظ ہیں، البتہ انہوں نے (اس طرح) کہا: "جس نے وضو کیا اور کہا :(أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وحده لا شريك له، وأشهدَ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ) یعنی: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں"۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

قیامت کے دن امت محمدیہ کی پہچان وضوء کے نشانات سے ہو گی، جیسا کہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں آیا ہے، چنانچہ نعیم المجمّر سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: میں (ایک مرتبہ) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کی چھت پر چڑھا۔ تو آپ نے وضوء کیا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا کہ آپ ﷺ فرما رہے تھے : میری امت کے لوگ وضوء کے نشانات کی وجہ سے قیامت کے دن سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں والوں کی شکل میں بلائے جائیں گے۔ تو تم میں سے جو کوئی اپنی چمک بڑھانا چاہتا ہے تو وہ بڑھا لے (یعنی وضو اچھی طرح کرے)۔ متفق علیہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بلاشبہ میرا حوض ایلہ سے عدن تک کے فاصلے سے زیادہ وسیع ہے، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں اس سے اسی طرح (دوسرے) لوگوں کو ہٹاؤں گا، جس طرح آدمی اجنبی اونٹوں کو اپنے حوض سے ہٹاتا ہے"۔ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ ہمیں پہچان لیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں! تم میرے پاس روشن چہرے اور چمکتے ہوئے سفید ہاتھ پاؤں کے ساتھ آؤ گے، یہ علامت تمہارے سوا کسی اور میں نہیں ہو گی"۔

ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: آپ نے فرمایا:"ہاں ، تمہاری ایک علامت ہو گی جو دوسری کسی امت کی نہیں ہو گی ، تم وضوء کے اثر سے چمکتے ہوئے چہرے اور ہاتھ پاؤں کے ساتھ میرے پاس آؤ گے"۔اسے مسلم نے روایت کیاہے۔

(مختصر نواقضِ وضوء)

نواقضِ وضوء چار ہیں:

ا-پیشاب اور پاخانے کے راستے سے نکلنے والی چیز، خواہ کم ہو یا زیادہ، جیسے پیشاب اور پاخانہ۔

اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے:(أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ)

ترجمہ: یا تم میں سے کوئی حاجتِ ضروری سے فارغ ہو کر آیا ہو۔

- رہی بات اس چیز کی جو ان دوراستوں کے بجائے جسم کے دیگر حصوں سے نکلتی ہے، جیسے: قے اور خون، مثلاً نکسیر وغیرہ، تو اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا، لیکن اس کی وجہ سے وضوء کرنا مستحب ہے۔

۲-بے ہوشی یا نیند کی وجہ سے عقل کا زائل ہو جانا۔

نیند (کی جس مقدار) سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے، اس کا ضابطہ یہ ہے کہ: نیند اتنی گہری ہو کہ سونے والے کی حس غائب ہو جائے۔

نیند کی وجہ سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے، اس کی دلیل صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے، وہ کہتے ہیں:(جب ہم مسافر ہوتے تو رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم دیتے کہ ہم اپنے موزے تین دن اور

تین رات تک، پیشاب، پاخانہ یا نیند کی وجہ سے نہ اتاریں، الا یہ کہ جنابت لاحق ہو جائے"۔اسے نسائی اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

۳-مرد و عورت کا اپنے عضو تناسل کو ہاتھ لگانا، اس کی دلیل عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے مروی نبی ﷺ کی یہ حدیث ہے، آپ نے فرمایا:(جو مرد اپنے عضو تناسل کو ہاتھ لگائے، اسے چاہئے کہ وضوء کرے، اور جو عورت اپنے عضو تناسل کو ہاتھ لگائے، اسے چاہئے کہ وضوء کرے)۔اسے احمد نے روایت کیا ہے اور البانی نے صحیح کہا ہے۔

- البتہ مرد اگر عورت کو ہاتھ لگائے تو اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا، لیکن اگر شہوت کے ساتھ عورت کو ہاتھ لگایا ہو تو احتیاط کے طور پر وضوء کرلے، یہ بہتر ہے۔

۴-اونٹ کا گوشت اور اس کے دیگر حصوں کو کھانا، جیسے جگر، دل، تلی، آنت اور چربی وغیرہ۔

- البتہ اونٹ کے گوشت کا شوربہ ناقضِ وضوء نہیں ہے، الا یہ کہ اس کے ساتھ گوشت کا ٹکڑا بھی کھالے، خواہ چھوٹا سا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔
- اسی طرح اونٹ کا دودھ پینے سے بھی وضوء نہیں ٹوٹتا۔

اونٹ کے گوشت سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے، اس کی دلیل جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ:(ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا میں بکری کے گوشت سے وضوء کروں؟ آپ نے فرمایا: چاہو تو وضوء کر لو اور چاہو تو نہ کرو۔اس نے کہا: اونٹ کے گوشت سے وضوء کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں، اونٹ کے گوشت سے وضوء کرو)۔اسے مسلم نے روایت کیا ہے، اس مسئلہ کی وضاحت میں دوسری احادیث بھی وارد ہوئی ہیں۔

امام احمد فرماتے ہیں:(اس تعلق سے دو صحیح حدیثیں آئی ہیں: ایک براء رضی اللہ عنہ کی حدیث اور دوسری جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث)۔

(مقدمہ مختصر طریقہ نماز)

الحمد لله رب العالمين، وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله، وصحبه أجمعين.

أما بعد:

میں نے (طریقہ نماز) پر مشتمل ایک کتاب تالیف کی تھی جس میں فقہائے کرام کے اقوال، ان کے دلائل اور ان دلائل کا علمی مناقشہ پیش کیا تھا، نیز ہر مسئلہ کے اخیر میں اپنے اجتہاد کی روشنی میں راجح اور نصوص سے قریب ترین قول بھی ذکر کر دیا تھا۔

اس کے بعد فاضل اہل علم کی ایک جماعت نے مجھے یہ مشورہ دیا کہ اس کتاب سے طریقہ نماز کا خلاصہ اخذ کروں، بایں طور کہ آسان اسلوب میں تسلسل کے ساتھ نماز کا طریقہ بیان کر دیا جائے، فقہائے کرام کے اقوال نہ ذکر کئے جائیں، بلکہ احادیث کی روشنی میں صرف راجح قول پر اکتفا کیا جائے، میں نے سوچا کہ یہ مشورہ مناسب اور مفید ہو گا، ان شاء اللہ، اسی بنا پر میں نے یہ خلاصہ تحریر کیا اور اسے ایسے اسلوب میں ڈھالنے کی پوری کوشش کی کہ جس کو سمجھنا آسان ہو۔

اللہ تعالی سے امید ہے کہ اس کتاب کو فائدہ بخش بنائے گا اور اسے شرف قبولیت سے نوازے گا، یقیناوہ نہایت سخی اور بڑا فیاض ہے۔

تحریر:

احمد بن محمد الخلیل

۲۳/صفر/ ۱۴۴۰ھ

طریقہ نماز کو جاننے کی اہمیت

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ: " ایک شخص مسجد میں داخل ہوا، رسول اللہ ﷺ مسجد کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے۔اس نے نماز پڑھی اور پھر حاضر ہو کر نبی کریم ﷺ کو سلام کیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وعلیک السلام۔ واپس جا اور دوبارہ نماز پڑھ، کیوں کہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ واپس گئے اور نماز پڑھی۔ پھر (نبی کریم ﷺ) کے پاس آئے اور سلام کیا۔ آپ نے فرمایا: وعلیک السلام۔ واپس جاؤ پھر نماز پڑھو۔کیوں کہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ان صاحب نے دوسری مرتبہ، یا اس کے بعد، عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے نماز پڑھنی سکھا دیجئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: جب نماز کے لیے کھڑے ہوا کرو تو پہلے پوری طرح وضو کیا کرو، پھر قبلہ رو ہو کر تکبیر (تکبیر تحریمہ) کہو، اس کے بعد قرآن مجید میں سے جو تمہارے لیے آسان ہو وہ پڑھو، پھر رکوع کرو اور جب رکوع کی حالت میں برابر ہو جاؤ تو سر اٹھاؤ۔جب سیدھے کھڑے ہو جاؤ تو پھر سجدہ میں جاؤ، جب سجدہ پوری طرح کر لو تو سر اٹھاؤ اور اچھی طرح سے بیٹھ جاؤ۔یہی عمل اپنی ہر رکعت میں کرو"[1]۔

نماز کی تیاری

وضوء:

جب مسلمان نماز کا ارادہ کرے تو اگر وہ طہارت (وضوء) سے نہ ہو تو وجوبی طور پر وضوء کرے۔کیوں کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ

(1) اسے بخاری (۶۲۵۱) اور مسلم (۳۹۷) نے روایت کیا ہے۔

مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ)

ترجمہ:اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے اٹھو تو اپنے منہ کو، اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھو لو ۔اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھو لو، اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو غسل کرلو، ہاں اگر تم بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو یا تم میں سے کوئی حاجت ضروری سے فارغ ہو کر آیا ہو، یا تم عورتوں سے ملے ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو تم پاک مٹی سے تیمم کرلو، اسے اپنے چہروں پر اور ہاتھوں پر مل لو۔اللہ تعالیٰ تم پر کسی قسم کی تنگی ڈالنا نہیں چاہتا بلکہ اس کا ارادہ تمہیں پاک کرنے کا اور تمہیں اپنی بھرپور نعمت دینے کا ہے، تاکہ تم شکر ادا کرتے رہو۔

* مسالک اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ہر نماز کے لئے از سر نو وضوء کرنا مستحب ہے۔

(از سر نو وضوء) کرنے کا مطلب یہ ہے کہ: وہ باوضوء ہو، اور وضوء توڑے بغیر ہی از سر نو وضوء کرے، کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ ہر نماز کے وقت وضوء کیا کرتے تھے۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے[2]۔

اس سلسلے میں فقہائے کرام کے تین اقوال ہیں کہ تجدیدِ وضوء کے مستحب ہونے کی کیا شرط ہے، ان میں صحیح ترین قول یہ ہے: تجدیدِ وضوء اس شخص کے لئے مستحب ہے جو پہلے وضوء سے کوئی نماز ادا کر چکا ہو۔

نماز کے لئے جانا:

* اگر فرض نماز ادا کرنا چاہے تو سکینت و وقار کے ساتھ مسجد کی طرف نکلے۔

---

(2) اسے بخاری (۲۱۴) نے روایت کیا ہے۔

* پھر تحیۃ المسجد (دو رکعت) ادا کرے، جیسا کہ ابو قتادۃ انصاری سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:"جب کوئی تم میں سے مسجد میں آئے تو نہ بیٹھے جب تک دو رکعت (تحیۃ المسجد) نہ پڑھ لے" ۔ متفق علیہ[3]۔

* پھر بیٹھ کر نماز کا انتظار کرے، ذکر واذکار یا تلاوت قرآن میں مشغول رہے، جب تک کہ وہ انتظار میں رہے گا اس وقت تک اسے نماز پڑھنے کا ثواب ملتا رہے گا، جیسا کہ ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" فرشتے تم میں سے اس نمازی کے لیے اس وقت تک یوں دعا کرتے رہتے ہیں جب تک (نماز پڑھنے کے بعد) وہ اپنے مصلے پر باوضوء بیٹھا رہے: «اللهم اغفر له، اللهم ارحمه» کہ اے اللہ! اس کی مغفرت کر۔اے اللہ! اس پر رحم کر۔تم میں سے وہ شخص جو صرف نماز کی وجہ سے رکا ہوا ہے۔گھر جانے سے سوائے نماز کے اور کوئی چیز اس کے لیے مانع نہیں، تو اس کا (یہ سارا وقت) نماز ہی میں شمار ہو گا"۔اسے بخاری نے روایت کیا ہے[4]۔

* پھر جب مؤذن اقامت کہے اور امام مسجد میں نظر نہیں آرہے ہوں-یعنی: مسجد میں موجود نہ ہوں-تو ایسی صورت میں نمازی اس وقت تک کھڑا نہ ہو جب تک کہ امام کو نہ دیکھ لے۔

* البتہ اگر امام موجود ہوں اور مؤذن نماز کے لئے اقامت بھی کہہ دے، تو ایسی صورت میں نمازی کے لئے شرعی طور پر کوئی تحدید نہیں ہے کہ وہ کس وقت نماز کے لئے کھڑا ہو، بلکہ یہ نمازی پر منحصر ہے، اگر وہ ضعیف ہو تو اس کے لئے مشروع یہ ہے کہ جلد کھڑا ہو جائے تا کہ تکبیر تحریمہ فوت نہ ہو سکے، اور اگر مضبوط و تونگر ہو تو دیر سے کھڑے ہونے میں بھی کوئی حرج نہیں، کیوں کہ وہ کھڑا ہو کر تکبیر تحریمہ پا سکتا ہے۔

---

(3) اسے بخاری (۱۱۶۳) اور مسلم (۷۱۴) نے روایت کیا ہے۔

(4) اسے بخاری نے (۶۹۵) روایت کیا ہے۔

* صفیں سیدھی اور درست کرانا امام پر واجب ہے، صفوں کی درستگی اس میں ہے کہ صف (شروع سے اخیر تک) ایک جیسی بالکل سیدھی اور معتدل ہو اور لوگ ایک دوسرے سے مل کر اس طرح کھڑے ہوں کہ صف کے درمیان کوئی خالی جگہ باقی نہ رہے۔

نماز کی نیت:

فرض نماز کی درستگی کے لئے یہ شرط ہے کہ نمازی فرض نماز کی نیت کرے، یہ نیت ہر نمازی کے اندر بدیہی طور پر موجود ہوتی ہے۔ کیوں کہ وہ جب نماز کے لئے گھر سے نکلتا ہے تو فرض نماز کی ادائیگی کی نیت سے ہی نکلتا ہے۔

ابن قدامہ کہتے ہیں: "میرے علم کے مطابق امت میں اس تعلق سے کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا کہ نماز کے لئے نیت واجب ہے، اور یہ کہ نماز اس کے بغیر مکمل ہی نہیں ہوتی"[5]۔

نماز میں داخل ہونا

تکبیر تحریمہ

* تکبیر تحریمہ نماز کا ایک اہم رکن ہے، یہ تکبیر نہ تو بطور سہو ساقط ہو سکتی ہے، نہ جہالت کی بنیاد پر اور نہ قصداً، کیوں کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ﴾

ترجمہ: اپنے رب ہی کی بڑائیاں بیان کر۔

نیز نبی کریم ﷺ نے (المسيء صلاته) اس صحابی سے فرمایا جنھوں نے نماز میں غلطی کی تھی کہ: "جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو (پہلے) تکبیر کہو"۔

* (اللہ اکبر) کے ذریعہ ہی نماز منعقد ہوتی ہے، اس کے علاوہ کوئی اور کلمہ ناکافی ہے۔

* (اللہ اکبر) کے معنی یہ ہیں: اللہ ہر چیز سے بڑا اور عظیم ہے، وہ اس سے بڑا ہے کہ حمد وثنا، بڑائی وکبریائی اور تعظیم وتوقیر کے بغیر اس کا ذکر کیا جائے۔

---

(5) دیکھیں: المغنی لابن قدامہ: (۲/ ۱۳۲)

* فرض نماز میں تکبیر اسی وقت کہی جائے گی جب نماز کے لیے سیدھا کھڑا ہو جائے۔

* جو شخص تکبیر تحریمہ کہنا چاہے اس کے لئے مسنون طریقہ یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر تکبیر کہے، تکبیر تحریمہ کے لئے ہاتھوں کو اٹھانا سنت سے ثابت ہے، اس پر فقہائے کرام کا اجماع ہے۔

* مسنون طریقہ یہ ہے کہ تکبیر کے ساتھ ہی دونوں ہاتھ اٹھائے جائیں، یعنی ایک ہی وقت میں (ایک ہی ساتھ) دونوں ہاتھ اٹھائے اور تکبیر کہے، نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد۔

* تکبیر تحریمہ کے لئے ہاتھ اٹھاتے وقت انگلیوں کو باہم ملا کر سیدھی رکھے، کیوں کہ اس سے خشوع وخضوع کا اظہار زیادہ ہوتا ہے، بنسبت انہیں پھیلا کر یا موڑ کر رکھنے سے۔

* نمازی کو یہ اختیار ہے کہ جب تکبیر کے لئے اپنے ہاتھ اٹھائے تو کبھی کندھے تک اٹھائے اور کبھی کانوں تک، البتہ کانوں کے مقابلے میں کندھے تک زیادہ اٹھایا کرے۔

* عورت بھی مرد ہی کی طرح نماز میں ہاتھ اٹھائے، بعض علماء کی رائے ہے کہ عورت مرد کی طرح نہیں، بلکہ اس سے کم ہاتھ اٹھائے۔

* امام کے لئے بلند آواز سے تکبیر کہنا واجب ہے، کیوں کہ بلند آواز سے تکبیر کہے بغیر اور نمازیوں تک آواز پہنچائے بغیر مطلوبہ طریقے سے امام کی اقتداء نہیں کی جاسکتی ہے۔

قیام اور تلاوت

قیام:

* فرض نماز میں قیام ایک رکن ہے، جس کے بغیر نماز درست نہیں ہوتی، اس پر نص اور اجماع دونوں دلالت کرتے ہیں۔

* جہاں تک نفل نماز کی بات ہے تو نمازی قیام کی طاقت رکھتے ہوئے بھی بیٹھ کر نفل پڑھ سکتا ہے، خواہ وہ ایسے امام کے پیچھے کیوں نہ ہو جو کھڑے ہو کر امامت کر رہے ہوں، مثال کے طور پر نمازِ تراویح۔

* ہاں اگر نمازی فرض نماز میں کھڑے ہونے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو یہ رکن اس کی عاجزی کی وجہ سے ساقط ہو جاتا ہے، کیوں کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: (فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ)

ترجمہ: جہاں تک تم سے ہوسکے اللہ سے ڈرتے رہو۔

نیز نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو بجا لاؤ جس حد تک تم میں طاقت ہو"[6]۔

* اس مسئلہ میں خاص نص بھی آئی ہے، وہ ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث: "کھڑے ہو کر نماز پڑھا کرو۔ اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر اور اگر اس کی بھی نہ ہو تو پہلو کے بل لیٹ کر پڑھ لو"[7]۔

---

(6) اسے بخاری (۷۲۸۸) اور مسلم (۱۳۳۷) نے ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(7) اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے۔

* عدمِ استطاعت کا اصول وضابطہ یہ ہے کہ: کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے نمازی کا خشوع وخضوع بحال نہ رہے، یعنی بیماری یا اس جیسی دیگر مجبوری کی وجہ سے مطلوبہ خشوع وخضوع کے ساتھ وہ نماز پڑھنے کی استطاعت نہ رکھے، تو ایسی صورت میں اس کے لیے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے۔

* جس کے اندر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی قدرت ہو، اس کے لیے یہ شرط ہے کہ فرض نمازوں کے دوران بغیر کسی سہارا کے قیام کرے، چنانچہ جو شخص بغیر کسی عذر کے لاٹھی یا دیوار پر ٹیک لگا کر اس طرح کھڑا ہو کہ دیوار یا لاٹھی کا سہارا زائل ہونے سے وہ گر جائے تو اس کی نماز درست نہیں ہو گی۔

قیام کے دوران ہاتھ رکھنے کی جگہ:

* نمازی کے لیے یہ سنت ہے کہ قیام کے دوران اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھے، اگر اس نے اپنے ہاتھوں کو گرا کر رکھا تو یہ سنت کے خلاف ہو گا، کیوں کہ سہل بن سعد الساعدی کی روایت ہے کہ: (لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں کلائی پر رکھیں)[8]۔

اسی طرح وائل بن حجر کی روایت میں بھی آیا ہے کہ: (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھتے)[9]۔

* حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نمازی اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں کلائی کو پکڑے، اگر کبھی کبھار دائیں ہاتھ (کی انگلیوں) کو بائیں ہاتھ پر پھیلا کر رکھے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

* نمازی کو یہ اختیار ہے کہ -ناف کے اوپر یا اس سے نیچے- جہاں چاہے اپنے ہاتھ رکھے، کیوں کہ نبی ﷺ سے اس کی تحدید میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے، اسی لئے ابن المنذر فرماتے ہیں: (اس مسئلہ میں نبی ﷺ سے کوئی

---

(8) اسے بخاری (۷۴۰) نے روایت کیا ہے۔

(9) اسے مسلم (۴۰۱) نے روایت کیا ہے۔

حدیث ثابت نہیں ہے، اس لئے نمازی کو دونوں-ناف کے اوپر اور اس کے نیچے-میں اختیار ہے)۔ نیز امام ترمذی اپنی کتاب (جامع) میں فرماتے ہیں:(بعض علماء کی رائے ہے کہ ہاتھ ناف کے اوپر رکھے جائیں، جب کہ بعض علماء کہتے ہیں: ناف کے نیچے رکھے جائیں، اہل علم کے نزدیک دونوں کی گنجائش ہے)۔

* میرے خیال سے ہاتھوں کو سینہ کے نیچے، سینہ اور پیٹ کے درمیانی حصہ پر رکھنا خشوع وخضوع سے زیادہ قریب ہے۔

* البتہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کو امام احمد نے ناپسند فرمایا ہے، کیوں کہ یہ ثابت نہیں ہے، اور اس لئے بھی کہ اس سے بے جا تکلف کا مظاہرہ ہوتا ہے۔

نماز میں نظر رکھنے کی جگہ:

* نماز کے اندر قیام کے دوران نمازی کو اپنی نظر سجدے کی جگہ پر رکھنی چاہئے، اگر اس نے سجدے کی جگہ سے نظر اٹھائی تو سنت کی خلاف ورزی کی اور اگر آسمان کی طرف نظر اٹھائی تو حرام کام کا ارتکاب کیا۔

* جہاں تک دو سجدوں کے درمیان اور تشہد کے دوران کی بات ہے تو:

-بعض فقہائے کرام کی رائے ہے کہ نمازی پوری نماز میں سجدے کی جگہ پر ہی نظر رکھے۔

-جبکہ کچھ فقہاء کی رائے ہے کہ تشہد کے دوران اپنی نظر انگلی پر رکھے۔

دعائے استفتاح:

* پھر نمازی کو چاہئے کہ دعائے استفتاح پڑھے، جو کہ مستحب اور مسنون ہے۔

* حدیث میں مختلف قسم کی دعائے استفتاح وارد ہوئی ہے اور سب جائز ہے، افضل طریقہ یہ ہے کہ نمازی ہر مرتبہ الگ الگ دعا پڑھے، البتہ زیادہ تر وہ دعا پڑھا کرے جو عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے-اس کا ذکر آنے والا ہے-یہ

امام احمد اور دیگر ائمہ کا مسلک ہے، ابن تیمیہ فرماتے ہیں :(اکثر وبیشتر اسلاف دعائے استفتاح میں اسی پر عمل کرتے تھے)[10]۔

ذیل میں دعائے استفتاح کی مختلف اقسام ذکر کی جارہی ہیں:

۱- صحیح مسلم میں آیاہے کہ:"حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یہ کلمات بلند آواز سے پڑھتے تھے: "سبحانك اللهم! وبحمدك، تبارك اسمك وتعالى جدك، ولا إله غيرك "یعنی: اے اللہ! تو اپنی حمد کے ساتھ پاک ہے۔ تیرا نام بڑا بابرکت ہے اور تیری عظمت وشان بڑی بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔

یہ حدیث اگرچہ عمر رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے، البتہ وہ مرفوع کے حکم میں ہے۔

۲- صحیحین میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:"رسول اللہ ﷺ تکبیر تحریمہ اور قراءت کے درمیان کچھ سکوت فرماتے تھے۔میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! آپ تکبیر اور قراءت کے درمیان سکوت میں کیا پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا:میں کہتا ہوں:"اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خطَايَايَ، كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ المشْرِقِ وَالمغْرِبِ، اللَّهُمَّ نَقِّنِي مِنَ الخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اللَّهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالبَرَدِ" یعنی: یا اللہ! مجھ سے میرے گناہ اتنے دور کر دے جتنا تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان فاصلہ رکھا ہے۔اے اللہ! مجھے گناہوں سے اس طرح پاک صاف کر دے جیسے سفید کپڑا میل کچیل سے پاک صاف کیا جاتا ہے۔اے اللہ! میرے گناہ پانی، برد اور اولوں سے دھو دے۔

۳- صحیح مسلم میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:جب رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو فرماتے: (وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنْ الْمُشْرِكِينَ

(10) مجموع الفتاوی:(۲۲/۴۹۴)

إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنْ الْمُسْلِمِينَ اللَّهُمَّ أَنْتَ الْمَلِكُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَنْتَ رَبِّي وَأَنَا عَبْدُكَ ظَلَمْتُ نَفْسِي وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي ذُنُوبِي جَمِيعًا إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ وَاهْدِنِي لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ لَا يَهْدِي لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ عَنِّي سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهُ فِي يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ أَنَا بِكَ وَإِلَيْكَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ)

یعنی:"میں نے اپنا رخ اس ذات کی طرف کردیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ،ہر طرف سے یکسو ہوکر، اور میں اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے والوں میں سے نہیں،میری نماز اور میری ہر(بدنی ومالی) عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ کے لئے ہے جو کائنات کا رب ہے،اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کا مجھے حکم ملا ہے اور میں فرمانبرداری کرونے والوں میں سے ہوں۔اے اللہ ! تو ہی بادشاہ ہے تیرے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں،تو میرا رب ہے میں تیرا بندہ ہوں اور میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور اپنے گناہ کا اعتراف کیا ہے،اس لئے میرے سارے گناہ بخش دے کیونکہ گناہوں کو بخشنے والا تیرے سوا کوئی نہیں،اور بہترین اخلاق کی طرف میری راہنمائی فرما،تیرے سوا بہترین اخلاق کی راہ پر چلانے والا کوئی نہیں،اور برے اخلاق مجھ سے ہٹا دے،تیرے سوا برے اخلاق کو مجھ سے دور کرنے والا کوئی نہیں،میں تیرے حضور حاضر ہوں اور دونوں جہانوں کی سعادتیں تجھ سے ہیں ہر طرح کی بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے اور برائی کا تیری طرف کوئی گزر نہیں ہے میں تیرے ہی سہارے ہوں،اور تیری ہی طرف میرا رخ ہے،تو برکت والا رفعت والا اور بلندی والا ہے میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیرے حضور توبہ کرتا ہوں"۔

* دعائے استفتاح کو پست آواز سے پڑھنے کی مشروعیت پر اجماع ہے، عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے اس لئے پڑھی تاکہ لوگوں کو اس کی تعلیم دے سکیں، ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:(احمد کا قول ہے:امام

بلند آواز سے دعائے استفتاح نہ پڑھے، یہی قول عام اہل علم کا بھی ہے، کیوں کہ نبی ﷺ نے بلند آواز سے یہ دعا نہیں پڑھی، بلکہ عمر نے بلند سے آواز سے پڑھی، وہ بھی تعلیم کی غرض سے)[11]۔

(11) دیکھیں: المغنی لابن قدامۃ: (۲/۱۴۵)

تلاوت سے قبل استعاذہ (شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرنا):

* استعاذہ سنت ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:(فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ)

ترجمہ: قرآن پڑھنے کے وقت اللہ کی پناہ طلب کرو۔

* نمازی کے لئے ہر رکعت میں استعاذہ مشروع ہے، نہ کہ صرف پہلی رکعت میں۔

* استعاذہ کے بہت سے صیغے ہیں:

۱-(أعوذ بالله من الشيطان الرجيم)

۲-(أعوذ بالله السميع العليم من الشيطان الرجيم)

۳-(أعوذ بالله السميع العليم من الشيطان الرجيم، من همزه، ونفخه ، ونفثه)

*سب سے بہتر قول-ان شاء اللہ- یہ ہے کہ: انسان جس صیغے کے ذریعہ بھی شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرے وہ کافی ہو گا۔

لیکن مستحب یہ ہے کہ اکثر وبیشتر اس صیغہ کا اہتمام کیا کرے، کیوں کہ یہ قرآنی آیت کے موافق ہے: (أعوذ بالله من الشيطان الرجيم)

* نمازی کے لئے پست آواز سے استعاذہ پڑھنا مشروع ہے، خواہ جہری نماز ہو یا سری۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا:

استعاذہ کے بعد اور سورۃ فاتحہ سے قبل "بسم الله الرحمن الرحيم" پڑھنا نمازی کے لئے مشروع ہے، اس کی دلیل ابوہریرۃ ری اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے: "آپ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی، تو انہوں نے «بســـم الله الرحمن الرحيم» کہا، پھر فرمایا: میں تم میں نماز کے اعتبار سے رسول اللہ ﷺ سے سب سے زیادہ مشابہ ہوں"[(12)]۔

* بلند آواز سے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا مشروع نہیں ہے، کیوں کہ آپ ﷺ سے یہ منقول نہیں کہ آپ بلند آواز سے بسم اللہ پڑھتے تھے، الا یہ کہ بلند آواز سے پڑھنے کی کوئی مصلحت ہو، جیسے لوگوں اس کی تعلیم دینا اور سنت کو عام کرنا، یا اس کے پیچھے تالیف قلب (دلجوئی) مقصود ہو، تو ان مقاصد کے پیش نظر جہری آواز سے بسم اللہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، امام احمد بن حنبل اور دیگر ائمہ نے اس کی وضاحت فرمائی ہے۔

* بسم اللہ الرحمن الرحیم قرآن کی سورۃ النمل میں ایک آیت ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: (إِنَّهُ مِنْ سُـلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ)

ترجمہ: جو سلیمان کی طرف سے ہے اور جو بخشش کرنے والے مہربان اللہ کے نام سے شروع ہے۔

---

(12) اس حدیث کو نسائی (۹۰۵) نے روایت کیا ہے اور اس کے الفاظ یوں ہیں: نعیم المجمر کہتے ہیں کہ میں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، تو انہوں نے «بسم اللہ الرحمن الرحیم» کہا، پھر سورۃ فاتحہ پڑھی، اور جب «غير المغضوب عليهم ولا الضالين» پر پہنچے تو آمین کہی، لوگوں نے بھی آمین کہی، اور جب جب وہ سجدہ کرتے تو اللہ اکبر کہتے، اور جب دوسری رکعت میں بیٹھنے کے بعد کھڑے ہوئے تو اللہ اکبر کہا، اور جب سلام پھیرا تو کہا: اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں تم میں نماز کے اعتبار سے رسول اللہ ﷺ سے سب سے زیادہ مشابہ ہوں۔

* سورۃ الانفال اور سورۃ التوبۃ کے درمیان بسم اللہ بطور آیت (مذکور) نہیں ہے، ان دو مقامات کے سوا جہاں بھی بسم اللہ آیا ہے وہ کتاب الٰہی کی آیت کے طور پر آیا ہے، لیکن سورتوں کی آیت کے طور پر نہیں، بلکہ دو سورتوں کے درمیان فصل کرنے اور برکت حاصل کرنے کے طور پر آیا ہے۔

سورہ فاتحہ کی قراءت

* ہر رکعت میں سورہ فاتحہ (پڑھنا) امام اور منفرد (تنہا نماز پڑھنے والے) کے لئے نماز کا ایک رکن ہے۔

* تمام صحابہ کرام، تابعین عظام اور ان کے بعد آنے والے اسلاف کرام کا یہی موقف ہے کہ سورہ فاتحہ کی قراءت رکن ہے، اس کے بغیر نماز درست نہیں ہوتی، چنانچہ اگر کوئی (نمازی) عمدًا یا سہوًا اسے چھوڑ دے، تو نماز باطل ہو جائے گی، اس کی دلیل حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے: "اس کی نماز نہیں جس نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی"(13)

نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بھی اس کی دلیل ہے: "جس نے نماز ادا کیا اور نماز میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھا تو اس کی نماز ناقص ہے"(14)۔

* اگر کسی مسلمان کو اچھی طرح سورہ فاتحہ پڑھنا نہیں آتا ہو تو علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر وہ سورہ فاتحہ سیکھنے پر قادر ہو تو اس کے لئے سورہ فاتحہ سیکھنا واجب ہے۔ اس لئے کہ واجب کی ادائیگی جس چیز پر منحصر ہوتی ہے، وہ بھی واجب ہے۔

* اگر سورہ فاتحہ سیکھنے پر قادر نہ ہو، مثلاً وہ عمر دراز ہو یا کسی اور وجہ سے (سیکھنے سے عاجز ہو)، تو سورہ فاتحہ کے بقدر قرآن کی سات آیتوں کو پڑھنا اس کے لیے لازم اور ضروری ہے، اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو اس کے لیے واجب ہے کہ ان پانچ اذکار کے ذریعہ اللہ کا ذکر کرے: (سبحان الله، والحمد لله، ولا إله إلا الله، والله أكبر، ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم)۔

---

(13) اسے بخاری (۷۵۶) اور مسلم (۳۹۴) نے روایت کیا ہے۔

(14) اسے مسلم (۳۹۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ تمام احکام امام اور منفرد کے لئے ہیں، جہاں تک مقتدی کی بات ہے تو اس کے لئے جہری رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری نہیں، بلکہ وہ امام کی قراءت بغور سنے گا۔

سِرّی اور جَہری کا مسئلہ:

* امام کے لئے مشروع ہے کہ وہ عشاء، مغرب اور فجر کی نمازوں میں جہری قراءت کرے، یعنی مقتدی کو قراءت سنائے، ان نمازوں میں جہری قراءت واجب ہے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے جہری نمازوں میں جہری قراءت پر ہیشگی برتی اور سری نمازوں میں سری قراءت پر مداومت برتی، جو کہ وجوب پر دلالت کرتا ہے اور اسی پر امت کا عمل بھی رہا ہے۔

* قراءت یا واجبی ذکر کی ادائیگی اس وقت تک درست نہیں ہو سکتی جب تک کہ اسے نطق (الفاظ کے تلفظ) کے ساتھ ادا نہ کیا جائے یعنی اسے زبان کی حرکت کے ساتھ ادا کیا جائے، دل میں پڑھنا کافی نہیں ہو گا۔

* جہاں تک سری اور جہری قراءت کی بات ہے تو یہ ایک دوسرا مسئلہ ہے جس کا حکم امام یا منفرد یا مقتدی کے اعتبار سے بدلتا رہتا ہے۔

* شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "طاقت و قوت رہنے پر نماز میں قراءت اور دیگر واجبی اذکار کو زبان کی حرکت کے ساتھ ادا کرنا واجب ہے"[15]۔

* اصلاً ظہر اور عصر میں قراءت سری (پست آواز سے کرنا) مشروع ہے لیکن کبھی کبھی سری نماز میں بھی جہری (بلند آواز سے) قراءت کرنا مستحب ہے، اس طور پر کہ امام مقتدی کو کسی آیت کا ٹکڑا، یا ایک آیت یا ایک سے زائد آیتیں

---

(15) دیکھیں: مختصر الفتاوی المصریۃ:۴۳

بلند آواز سے سنائے۔ اس کا مقصد غافل مقتدی کو بیدار کرنا ہوتا ہے، اور بسا اوقات اس کی دوسری حکمت بھی ہو سکتی ہے۔

* اس کی دلیل حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، وہ کہتے ہیں کہ: "رسول اللہ ﷺ ہم کو نماز پڑھاتے تھے تو ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور کبھی ایک آدھ آیت ہم کو سنا دیتے تھے اور پہلی رکعت لمبی ہوتی اور آخر کی دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھتے تھے "[16]۔

* جب مقتدی امام کی قراءت سن رہا ہو تو جہری نماز میں اس کے لیے نہ سورہ فاتحہ اور نہ ہی کوئی دوسری سورہ پڑھنا مشروع ہے بلکہ وہ امام کی قراءت بغور سنے گا، یہ حکم تمام جہری نمازوں کا ہے خواہ وہ فرض نمازیں ہوں جیسے فجر، مغرب اور عشاء یا نفلی نمازیں ہوں جیسے صلاۃ التراویح۔ جمہور اہل علم کا یہی قول ہے، اس لئے کہ: "جہری نماز کا مقصد یہ ہے کہ مقتدی بغور قراءت سنے"۔ جیسا کہ ابن تیمیہ[17] رحمہ اللہ کا قول ہے، اگر مقتدی پڑھنے لگے تو وہ پڑھنے کی وجہ سے سننے سے غافل ہو جائے گا۔

قراءت فاتحہ کے بعد آمین کہنا:

* علمائے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ منفرد اور مقتدی کے لئے آمین کہنا سنت ہے، چنانچہ منفرد اپنی قراءتِ فاتحہ کے بعد آمین کہے گا، اور مقتدی امام کی قراءت کے بعد آمین کہے گا۔

* اسی طرح قراءت فاتحہ کے بعد امام کے لئے بھی آمین کہنا مشروع ہے۔

* امام اور مقتدی آمین بلند آواز سے کہیں گے۔ مشروع یہ ہے کہ مقتدی امام کے ساتھ بیک زبان آمین کہے، چنانچہ جب امام "ولا الضالین" کہے تو امام اور مقتدی دونوں ہی ایک ساتھ آمین کہیں۔

---

(16) اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے۔

(17) دیکھیں: مجموع الفتاوی: ۲۳/ ۲۸۷

*اس کی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سابقہ حدیث ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: " جب امام «آمین» کہے تو تم بھی «آمین» کہو۔ کیوں کہ جس کی «آمین» ملائکہ کے آمین کے ساتھ ہو گئی اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے "[18]۔

* امام بخاری نے باب باندھا ہے: "باب جهر المأموم بالتأمين"(باب: مقتدی کا بلند آواز سے آمین کہنا) اس کے تحت امام بخاری نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ذکر کیا ہے کہ: "جب امام :"غير المغضـــوب عليهم عليهم ولا الضالين "کہے تو تم آمین کہو"۔

* شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:" یہ تمام دلائل اس بات کے لئے نص صریح کی حیثیت رکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بلند آواز سے آمین کہتے تھے، اور آپ نے مقتدی حضرات کو امام کے ساتھ آمین کہنے کا حکم دیا ہے، اس حکم کا ظاہری مفہوم یہی ہے کہ مقتدی حضرات امام کی طرح آمین کہیں، اس لئے کہ مقتدی کے حق میں آمین کہنے کی زیادہ تاکید آئی ہے، کیوں کہ انہیں آمین کہنے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ جب امام بلند آواز سے آمین کہے گا تو مقتدی بدرجہ اولی بلند آواز سے آمین کہے گا، اس کی وضاحت گذر چکی ہے، آمین بالجہر کے حکم سے صحابہ کرام نے بھی یہی سمجھا اور ان کا اس پر اجماع بھی رہا ہے۔ چنانچہ اسحاق بن راہویہ نے عطا سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں: میں نے دو سو ایسے اصحاب رسول کو پایا کہ جب امام "ولا الضالین" کہتا تو میں ان کے آمین کہنے کی گونج سنتا۔

عکرمہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ: میں نے اس مسجد میں کچھ ایسے لوگوں کو پایا جن کے آمین میں گونج ہوتی تھی،

اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام اتنی بلند آواز سے آمین کہتے تھے کہ مسجد گونج جاتی تھی"[19]۔

---

(18) اسے بخاری (۷۸۰) اور مسلم (۴۱۰) نے روایت کیا ہے۔

(19) شرح العمدة لابن تیمیۃ: ۱/ ۷۵۷

سورہ فاتحہ کے بعد (دوسری سورت) پڑھنا:

* قراءت فاتحہ کے بعد صرف پہلی دو رکعتوں میں دوسری سورت پُڑھنا مسنون ہے۔

* دوسری سورت پڑھنے کی دلیل رسول اللہ ﷺ کی مشہور و معروف سنت ہے کہ آپ ﷺ ایسا کیا کرتے تھے، یعنی صرف پہلی اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد کوئی دوسری سورت بھی پڑھتے تھے، جیسا کہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے: "رسول اللہ ﷺ ہم کو نماز پڑھاتے تھے تو ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور کبھی ایک آدھ آیت ہم کو سنا دیتے تھے اور پہلی رکعت لمبی ہوتی۔ اور آخر کی دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھتے تھے"[20]۔

* ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ: "میں نہیں جانتا کہ علمائے کرام کا اس بات میں کوئی اختلاف ہے کہ ہر نماز کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ کے ساتھ کوئی دوسری سورت پڑھنا مسنون ہے۔ جہری نماز میں سورت بھی باآواز بلند پڑھتے اور سری نماز میں سورت بھی پست آواز سے پڑھتے تھے"[21]۔

* چار رکعتوں والی نماز کی تیسری، چوتھی، اور مغرب کی تیسری رکعت میں فاتحہ کے بعد دوسری سورت پڑھنا اصلاً مشروع نہیں ہے، لیکن اگر کبھی کبھار پڑھ لے تو کوئی حرج بھی نہیں۔ البتہ اکثر و بیشتر نہ پڑھنے کا ہی التزام کرے۔

* امام کے لئے جمعہ کی فجر میں سورہ سجدہ اور سورہ انسان پڑھنا اور اس پر مداومت برتنا مستحب ہے۔

اس کی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے، وہ کہتے ہیں کہ: "رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورہ سجدہ "الم تنزیل" اور "ھل اَتی علی الانسان" پڑھا کرتے تھے" (متفق علیہ)۔ امام طبرانی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: "آپ اس پر دوام برتتے تھے"۔

---

(20) اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے۔

(21) المغنی لابن قدامہ: ۲/۱۴۶

* ان دو سورتوں کو پڑھنے کی حکمت یہ ہے کہ: ان دو سورتوں میں آدم علیہ السلام کی تخلیق اور قیامت کے واقعات کا ذکر آیا ہے، آدم علیہ السلام کی خلقت جمعہ کے دن ہوئی اور قیامت بھی جمعہ کے دن ہی برپا ہو گی، آپ اس سورہ کا التزام سجدۂ تلاوت کی وجہ سے نہیں کرتے تھے بلکہ سجدہ اتفاقی طور پر آیا ہے۔

* ابن القیم فرماتے ہیں: "فجر کی نماز میں اس سورہ اور اس کے علاوہ دوسری سورہ کی صرف سجدہ والی آیت قصداً پڑھنا مستحب نہیں ہے، بلکہ یہ دونوں سورتیں (تنزیل) اور (ھل اَتی) پڑھنا مقصود ہے، اس لئے کہ ان سورتوں میں انسان کی ابتدائی تخلیق اور قیامت کا ذکر ہے جو کہ جمعہ کے دن واقع ہو گی، کیوں کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش جمعہ کے دن ہوئی اور قیامت کا وقوع بھی جمعہ کے دن ہی ہو گا، اسی لئے اس دن ان سورتوں کی قراءت مستحب ہے تا کہ امت کو جمعہ کے دن جو ہوا اور جو ہونے والا ہے، اس کی یاد دہانی کرائی جائے، اور سجدہ تلاوت اتفاقی طور پر آیا ہے، بالقصد نہیں، اسی لیے جو شخص سورہ (تنزیل) نہ پڑھ سکے اس کے لئے یہ مستحب نہیں کہ کسی دوسری سورہ کی سجدہ والی آیت قصداً پڑھے "[22]۔

لمبی قراءت کرنا:

* سنت یہ ہے کہ نمازی مکمل سورہ پڑھے، نبی کریم ﷺ سے یہی منقول ہے۔

* یا کسی سورت کی بعض آیتیں اس کی ابتدا سے پڑھے، اس کے غیر مکروہ ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے سورہ مومنین کی ابتدا سے موسی وہارون علیہما السلام کے ذکر والی آیت تک پڑھا۔ پھر آپ کو کھانسی ہونے لگی تو آپ نے رکوع کر لیا۔

---

(22) بدائع الفوائد: ۴/ ۶۳

مغرب کی نماز میں آپ نے سورہ اعراف پڑھا، یہ معلوم ہے کہ آپ نے سورہ اعراف کی بعض آیتیں پہلی رکعت میں اور باقی آیتیں دوسری رکعت میں پڑھی، اس طرح آپ نے ایک رکعت میں ایک سورہ کی بعض آیتیں قراءت کی۔

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: (میں نے رسول اللہ ﷺ کو مغرب میں سورہ طور پڑھتے ہوئے سنا)[23]۔

* اسی طرح کسی بھی سورہ کے اخیر سے بعض آیتوں کو پڑھنا بھی جائز ہے، لیکن اس پر دوام برتنا مکروہ ہے، کیوں کہ اس پر دوام برتنے سے نبی کریم ﷺ کی سنت کی خلاف ورزی ہوتی ہے، ابن قدامہ فرماتے ہیں: "نبی کریم صلی اللہ علیہ سے مکمل سورہ یا سورہ کی ابتدا سے بعض آیتوں کو پڑھنا منقول ہے"۔

* مغرب میں قصار مفصل، فجر میں طوال مفصل اور باقی نماز (ظہر، عصر اور عشاء) میں اوساط مفصل پڑھنا سنت ہے۔

اس کی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، وہ کہتے ہیں: "میں نے کسی کے پیچھے ایسی نماز نہیں پڑھی جو فلاں کی نماز سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ ہو، وہ کہتے ہیں: آپ فجر میں طوال مفصل، مغرب میں قصار مفصل، اور عشاء میں اوساط مفصل پڑھا کرتے تھے"[24]۔

اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ: امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسی اشعری کو ایک خط لکھا۔ اس خط میں آپ نے یہ بھی لکھا کہ: "ظہر کی نماز میں اوساط مفصل پڑھا کرو"[25]۔

(23) اسے بخاری (٧٦٥) اور مسلم (٤٦٣) نے روایت کیا ہے۔

(24) اسے نسائی (٩٨٢)، ابن ماجہ (٨٢٧)، احمد (٧٩٩١) نے روایت کیا ہے اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ: اس کی سند صحیح ہے۔

(25) اسے ترمذی (٣٠٧) نے روایت کیا ہے۔

* اگر امام لمبی سورہ پڑھنا چاہے تو ہم سمجھتے ہیں کہ نماز میں داخل ہونے سے قبل مقتدی کو اس بارے میں بتانا مشروع نہیں ہے، جیسا کہ آج کچھ لوگ کرتے ہیں، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کو اس کی خبر نہیں دیتے تھے، وہ تمام احادیث جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ کی قراءت کا ذکر آیا ہے، ان میں کہیں یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ لوگوں کو اس تعلق سے بتاتے تھے، حالانکہ کچھ لوگ ایسے ہوتے تھے جو نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز میں شریک ہوتے اور انہیں ضرورت در پیش رہتی تھی جیسا کہ دوسری آحادیث میں اس کا ذکر آیا ہے، اس کے باوجود آپ انہیں اس بارے میں نہیں بتاتے تھے۔

* لیکن اس کے بالمقابل یہ ضروری ہے کہ ہم لوگوں کو احکام اور سنت کی تعلیم دیں، اور سنت یہ ہے کہ اگر نماز میں انسان کو کوئی ضرورت پیش آجائے تو اس کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ امام سے الگ ہو کر اپنی نماز پوری کر لے، اگر اس کے پاس کوئی عذر ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں، جیسا کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھنے والے مقتدی نے کیا، جب انہیں یہ لگا کہ معاذ سورہ بقرۃ کی قراءت کرنے والے ہیں تو وہ نماز سے نکل گئے، اس لئے اس سنت کو عام کرنا ہمارے لئے ضروری ہے۔

* میرے لئے جو بات واضح ہوئی وہ یہ کہ خصوصی طور پر سورہ طور اور اعراف کی قراءت کا قصد کرنا، اور یہ اعتقاد رکھنا کہ ان سورتوں کی قراءت قربت الٰہی کا ذریعہ ہے، یہ غیر مشروع ہے۔ کیوں کہ واضح یہی ہے کہ آپ ﷺ مغرب میں خصوصی طور پر سورہ طور اور اعراف کی قراءت بالقصد نہیں کرتے تھے، بلکہ آپ لمبی سورہ پڑھنا چاہتے تھے، مطلب یہ ہے کہ احادیث سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ خصوصی طور پر ان دو سورتوں (طور اور اعراف) کی قراءت بذات خود مقصود ہے، جیسا کہ جمعہ کی نمازِ فجر، نمازِ جمعہ اور نمازِ عیدین میں خصوصی طور پر بعض سورتوں کی قراءت مشروع ہے۔

* نماز میں داخل ہونے والے کے انتظار کی غرض سے امام کے لئے پہلی رکعت میں لمبی سورت پڑھنا مشروع ہے، تاکہ وہ شخص رکعت پالے، اس لئے کہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: "آپ پہلی رکعت لمبی کیا کرتے تھے"۔ درج ذیل امور سے اس مفہوم کی تائید ہوتی ہے:

-ایک یہ کہ: نبی کریم ﷺ جب بچے کے رونے کی آواز سنتے تو نماز ہلکی کر دیتے تھے[26]۔

- دوسرا یہ کہ: "رسول اللہ ﷺ ظہر دوپہر میں (سورج ڈھلتے ہی) پڑھتے تھے، اور عصر اس وقت پڑھتے جب سورج سفید اور صاف ہوتا، اور مغرب اس وقت پڑھتے جب سورج ڈوب جاتا، اور عشاء جب آپ دیکھتے کہ لوگ جمع ہوگئے ہیں تو جلدی پڑھ لیتے، اور جب دیکھتے کہ لوگ دیر کر رہے ہیں تو مؤخر کرتے"[27]۔

چنانچہ عمومی طور پر یہ احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ مقتدی کی حالت کی رعایت کرتے تھے۔

* قراءت اور رکوع کے درمیان تھوڑی دیر خاموش رہنا مصلی کے لیے مسنون ہے، اس لیے کہ حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ رکوع سے قبل تھوڑی دیر خاموش رہا کرتے تھے[28]۔ لیکن حدیث میں سکتہ کے مقدار کی تحدید نہیں آئی ہے، ابن القیم[29] کا موقف یہ ہے کہ اس کی مقدار یہ ہے کہ قاری کی سانس جتنی دیر میں لوٹ جائے۔

---

(26) اسے بخاری (۷۰۹) اور مسلم (۴۷۰) نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(27) اسے بخاری (۵۶۰) نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(28) اسے احمد (۵/۱۱)، ابوداود (۷۸۰)، ترمذی (۲۵۱) اور ابن ماجہ (۸۴۴) نے روایت کیا ہے۔

(29) دیکھیں: زاد المعاد لابن القیم: ۱/۲۰۱

اس سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض ائمہ قراءت مکمل کرتے ہی (بغیر کسی وقفے کے) فوراً رکوع کے لئے تکبیر کہتے ہیں، ان کا یہ عمل خلاف سنت ہے، اسی لیے امام احمد بن حنبل[30] رحمہ اللہ اس عمل کو مکروہ سمجھتے تھے کہ نمازی قراءت ختم کرتے ہی (بغیر کسی وقفے کے) رکوع کے لئے تکبیر کہے۔

---

(30) دیکھیں: المبدع فی شرح المقنع: (۱/ ۳۹۰)، ابن مفلح فرماتے ہیں: "امام احمد کے قول کا ظاہری مطلب یہ ہے کہ جب قراءت سے مکمل فارغ ہو جائے تو تھوڑی دیر خاموش رہے، تاکہ قراءت اور تکبیرِ رکوع مدغم نہ ہوں، سکوت اس لئے مسنون نہیں کہ مقتدی کو قراءت کا موقع ملے"۔

تکبیراتِ انتقال

* تکبیرات انتقال واجب ہے، کیوں کہ نبی ﷺ نے تکبیر کہی، اس کا حکم دیا اور اس پر ہمیشگی برتی، آپ نے فرمایا: "جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے اسی طرح نماز پڑھا کرو"[31]۔ جن احادیث میں آپ نے اس کا حکم دیا ہے، ان میں یہ حدیث نبوی ﷺ بھی ہے: "جب وہ (امام) تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو"[32]۔

* تکبیرات انتقال اگرچہ واجب ہیں، لیکن سہو کی بنیاد پر یہ واجب ساقط ہو جاتا اور سجدہ سہو سے اس کی تلافی ہو جاتی ہے۔

* افضل یہ ہے کہ جب (ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف) منتقل ہونا شروع کرے تو تکبیر بھی شروع کرے، اور جب منتقل ہونے کا عمل ختم ہو تو تکبیر بھی ختم کرے، یہ بھی جائز ہے کہ (رکوع اور سجدہ کے لئے) جھکنے سے قبل تکبیر کا آغاز کرے، نیز یہ بھی جائز ہے کہ رکوع میں جانے کے بعد تکبیر کا بعض حصہ مکمل کرے، (چونکہ تکبیر کے آغاز واختتام کی) مکمل پاسداری کرنا دشوار ہے، اس لئے اس دشواری کی رعایت کرتے ہوئے اسے جائز قرار دیا گیا ہے۔

***

رکوع

* رکوع نماز کا ایک رکن ہے، اس پر فقہائے کرام کا اتفاق ہے، اگر جہالت یا بھول چوک کی بنیاد پر اس رکن کو ترک کردے تو نماز باطل ہو جائے گی۔

---

(31) اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے۔

(32) اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے۔

* رکوع کے رکن ہونے کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اس صحابی سے فرمایا جنہوں نے نماز میں غلطی کی تھی کہ:"اس کے بعد اطمینان سے رکوع کرو"[33]۔ نیز اللہ تعالی کا فرمان ہے:(ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا)

ترجمہ: رکوع کرو اور سجدہ کرو۔

* رکوع کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ (رکوع کے لئے) جب تکبیر کہے تو ہاتھوں کو اٹھائے، اس کی دلیل ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث ہے کہ: رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے، اور جب رکوع کرتے، اور جب رکوع سے اپنا سر اٹھاتے، تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے "[34]۔ نیز ساعدی رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بھی اس کی دلیل ہے: "ان مقامات پر نبی ﷺ رفع یدین کیا کرتے تھے "[35]۔ امام بخاری فرماتے ہیں:"سترہ صحابہ کرام سے مروی ہے کہ صحابہ کرام رکوع کے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے" پھر آپ نے ان صحابہ کرام کے نام ذکر کیے۔

* رکوع کے لئے اس قدر جھکنا کافی ہے کہ:اس کے دونوں ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں، اگر وہاں تک ہاتھ نہیں پہنچ پائیں تو رکوع باطل ہو گا، کیوں کہ اس نے رکوع کا واجبی حصہ ادا نہیں کیا۔

* رکوع کا مشروع طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ کو گھٹنے پر مضبوطی سے رکھا جائے، اس کے دو طریقے ہیں:

پہلا: ہاتھ سے گھٹنے کو پکڑے، ایک حدیث آئی ہے جس کی سند-ان شاء اللہ- صحیح ہے کہ نبی ﷺ : "اپنے گھٹنے کو ہاتھ سے پکڑا کرتے تھے"[36]۔

---

(33)اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے۔

(34) اسے بخاری (۷۳۶)اور مسلم (۳۹۰) نے روایت کیا ہے۔

(35)اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے۔

(36)اسے ابوداود(۷۳۴) ،ترمذی(۲۶۰)اور دارمی(۱۳۴۶) نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے:عباس بن سہل بیان کرتے ہیں کہ ابوحمید، ابواسید، سہل بن سعد اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم اکٹھے ہوئے اور آپس میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کا تذکرہ کیا تو ابوحمید نے کہا: میں رسول اللہ ﷺ کی نماز تم لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں، آپ ﷺ نے رکوع کیا تو دونوں ہاتھ دونوں گھٹنے پر رکھا گویا آپ ان کو پکڑے ہوئے ہیں اور اپنے دونوں ہاتھوں کو کمان

دوسرا: انگلیوں کے درمیان کشادگی رکھنا، ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے: "نبی ﷺ جب رکوع کرتے تو انگلیوں کے درمیان کشادگی رکھتے"[37]۔ یہ حدیث ضعیف ہے، لیکن ایک دوسری ہم معنی حدیث (شاہد) سے اسے تقویت ملتی ہے، وہ حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: "نبی ﷺ جب رکوع کرتے تو انگلیوں کے درمیان کشادگی رکھتے، اور جب سجدہ کرتے تو انگلیوں کو ملا کر رکھتے"[38]۔

یہ تمام احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ (ہاتھوں کو گھٹنوں پر) جمانا اور (ہاتھوں سے) گھٹنوں کو پکڑنا اسی وقت ممکن ہے جب انگلیوں کے درمیان کشادگی رکھی جائے۔

کی تانت کی طرح کیا اور انہیں اپنے دونوں پہلوؤں سے جدا رکھا"۔ ابو داود کے روایت کردہ الفاظ یہ ہیں: "پھر آپ ﷺ نے رکوع کیا تو دونوں ہاتھ دونوں گھٹنے پر رکھا گویا آپ ان کو پکڑے ہوئے ہیں"۔ اس حدیث کو بخاری نے بھی روایت کیا ہے، لیکن ان الفاظ کے ساتھ: "ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے نبی کریم ﷺ کی نماز تم سب سے زیادہ یاد ہے۔ میں نے آپ کو دیکھا کہ جب آپ تکبیر کہتے تو اپنے ہاتھوں کو کندھوں تک لے جاتے، جب آپ رکوع کرتے تو گھٹنوں کو اپنے ہاتھوں سے پوری طرح پکڑ لیتے اور پیٹھ کو جھکا دیتے۔ پھر جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اس طرح سیدھے کھڑے ہو جاتے کہ تمام جوڑ سیدھے ہو جاتے۔ جب آپ سجدہ کرتے تو آپ اپنے ہاتھوں کو (زمین پر) اس طرح رکھتے کہ نہ بالکل پھیلے ہوئے ہوتے اور نہ سمٹے ہوئے۔ پاؤں کی انگلیوں کے منہ قبلہ کی طرف رکھتے۔ جب آپ ﷺ دو رکعتوں کے بعد بیٹھتے تو بائیں پاؤں پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے اور جب آخری رکعت میں بیٹھتے تو بائیں پاؤں کو آگے کر لیتے اور دائیں کو کھڑا کر دیتے پھر مقعد (سرین) پر بیٹھتے"۔ اس حدیث کو ابو داود (۷۳۱) نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے: "ابو حمید رضی اللہ عنہ نے کہا... پھر راوی نے اسی حدیث کا بعض حصہ ذکر کیا، اور کہا: "جب نبی اکرم ﷺ رکوع کرتے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اپنے دونوں گھٹنوں پر جماتے اور اپنی انگلیوں کے درمیان کشادگی رکھتے، پھر نہ اپنی پیٹھ کو خم کرتے، نہ سر کو اونچا کرتے، نہ منہ کو دائیں یا بائیں جانب موڑتے (بلکہ سیدھا قبلہ کی جانب رکھتے)"۔

(37) اسے احمد (۱۷۰۸۱)، دارمی (۱۳۴۳) نے ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: "آپ نے اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھا اور انگلیوں کے درمیان کشادگی رکھی یہاں تک کہ ہر ایک عضو اپنے اپنے مقام پر جم گیا"، نیز ابو داود (۸۶۳) نے اسے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے: "پھر جب آپ رکوع میں گئے تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھا اور اپنی انگلیاں اس سے نیچے رکھیں اور اپنی دونوں کہنیوں کے درمیان فاصلہ رکھا یہاں تک کہ ہر ایک عضو اپنے اپنے مقام پر جم گیا..." حدیث۔

(38) اسے ابن حبان (۱۹۲۰) اور بیہقی نے الکبری (۲۵۲۶) میں روایت کیا ہے۔

* رکوع میں (اعتدال) سیدھا رہنا مستحب ہے، اس کی دلیل: انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "رکوع اور سجدے میں سیدھے رہو"(39)۔ نیز عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث بھی اس کی دلیل ہے: "جب رکوع کرتے تو اپنا سر نہ پشت سے اونچا کرتے اور نہ اس سے نیچے کرتے بلکہ درمیان میں رکھتے"(40)۔ یعنی نہ نیچا کرتے اور نہ اونچا کرتے۔

* خلاصہ یہ کہ رکوع کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ: رکوع کرنے والا جھکے، اپنی پشت کو پھیلا کر سیدھی رکھے، اپنے سر کو اپنی پشت کے برابر رکھے، نہ اسے اونچا کرے اور نہ نیچا کرے، اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر جمائے اور انگلیوں کے درمیان کشادگی رکھے، جب رکوع میں یہ صفات یکجا ہو جائیں تو یہ رکوع سنت کے مطابق ہو گا۔

* اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ نمازی کے لئے رکوع میں "سبحان ربي العظيم" پڑھنا مشروع ہے، صحیح ترین قول کے مطابق یہ دعا نماز کے واجبات میں سے ہے، اس کی دلیل حذیفہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے: "آپ ﷺ جب رکوع کرتے تو یہ دعا پڑھتے: "سبحان ربي العظيم"(41)۔ اور آپ ﷺ کا فرمان ہے: "جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے اسی طرح نماز پڑھا کرو"(42)۔ نیز عقبہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بھی اس کی دلیل ہے کہ: جب آیت کریمہ: «فسبح باسم ربك العظيم» "اپنے بہت بڑے رب کے نام کی تسبیح

---

(39) اسے نسائی (۱۰۲۸) اور دارمی (۱۳۶۱) نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے: "رکوع اور سجدے میں اعتدال کرو، تم میں سے کوئی اپنی کلائیاں اس طرح نہ پھیلائے جس طرح کتا بچھاتا ہے"، اس حدیث کو بخاری (۵۳۲) اور مسلم (۴۹۳) نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے: "سجدے میں اعتدال کرو اور تم میں سے کوئی اپنی کلائیاں اس طرح نہ پھیلائے جس طرح کتا بچھاتا ہے"۔

(40) اسے مسلم (۴۹۸) نے روایت کیا ہے۔

(41) مسلم (۷۷۲)

(42) اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے۔

کیا کرو" (سورۃ الواقعۃ: ۷۴) نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اسے اپنے رکوع میں کر لو"[43]،

اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

* یہ دعا پڑھنا بھی مستحب ہے جو صحیح مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ رکوع اور سجدے میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے: "سبوح قدوس رب الملائكة والروح" یعنی: نہایت پاک ہے مقدس فرشتوں اور روح (جبریل) کا پروردگار[44]۔

* یہ دعا پڑھنا بھی مستحب ہے جو کتبِ احادیث میں مروی ہے: «سبحان ذي الجبروت والملكوت والكبرياء والعظمة» یعنی: میں صاحب قدرت و بادشاہت اور صاحب بزرگی و عظمت کی پاکی بیان کرتا ہوں[45]۔

* البتہ تسبیح میں کم از کم ایک دفعہ یہ دعا پڑھنا واجب ہے: "سبحان ربي العظيم "

کمال کا ادنی ترین حصہ یہ ہے کہ تین دفعہ یہ دعا پڑھے اور کمال کا بلند ترین حصہ یہ ہے کہ دس مرتبہ پڑھے۔

امام احمد فرماتے ہیں: حسن سے منقول ہے کہ: تسبیحِ کامل کا تقاضہ ہے کہ سات مرتبہ پڑھے، درمیانی درجہ یہ ہے کہ پانچ مرتبہ پڑھے اور سب سے کم تر درجہ یہ ہے کہ تین مرتبہ پڑھے۔

ایک قول یہ ہے کہ: اکثر تعداد کی کوئی حد نہیں ہے۔

نیز یہ بھی ایک قول ہے کہ: تسبیح کی تعداد میں گنجائش ہے، جو کہ حالات اور افراد کے اعتبار سے بدلتی رہتی ہے، حدیث میں نہ اس کے اکمل درجہ کی تحدید کی گئی ہے اور نہ ادنی درجہ کی، یہ آخری قول ہی درست ہے۔

---

(43) اسے ابو داود (۸۶۹)، ابن ماجہ (۸۸۷)، احمد (۱۷۴۱۴) اور دارمی (۱۳۴۴) نے روایت کیا ہے۔

(44) اسے مسلم (۴۸۷) نے روایت کیا ہے۔

(45) اسے احمد (۲۴۴۸۰)، ابو داود (۸۷۳) اور نسائی (۱۰۴۹) نے روایت کیا ہے۔

رکوع کے بعد اعتدال کرنا:

* رکوع کے بعد اعتدال کرنے کا مطلب یہ ہے کہ رکوع سے اٹھنے کے بعد اطمینان سے کھڑا ہو، یہ نماز کا ایک اہم رکن ہے، کیوں کہ نبی ﷺ نے اس صحابی سے فرمایا جس نے نماز میں غلطی کی تھی کہ:" اپنا سر اٹھاؤ یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ"[46]۔

* رکوع سے سر اٹھانا بھی اعتدال میں داخل ہے، کیوں کہ رکوع سے سر اٹھائے بغیر اعتدال کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔

* رکوع سے اٹھنے کے بعد اعتدال کرنے کی صفت یہ ہے:(اس طرح سیدھا کھڑا ہو جائے کہ) پیٹھ کا ہر جوڑ اپنی جگہ پر لوٹ جائے اور کم از کم اتنی دیر کھڑا رہے کہ دعا پڑھ سکے۔

اسی لئے حدیث میں آیا ہے کہ:"نبی ﷺ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو بالکل سیدھا کھڑے ہوتے"۔(کھڑے ہونے) کا مطلب یہ ہے کہ: اعتدال کے ساتھ (بالکل سیدھے) کھڑے رہتے، چنانچہ جو شخص رکوع سے اٹھنے کے فورا بعد سجدہ میں چلا جائے تو وہ رکوع کے بعد اعتدال کرنے والا شمار نہ ہو گا بلکہ اطمینان جو کہ رکن ہے، اس کا تارک قرار پائے گا۔

ابو حمید رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:"جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اس طرح سیدھے کھڑے ہو جاتے کہ تمام جوڑ سیدھے ہو جاتے"[47]۔

---

(46) اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے۔

(47) بخاری (۸۲۸)

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: " نبی ﷺ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سجدے میں نہ جاتے حتی کہ سیدھے کھڑے ہو جاتے " مسلم[48]۔

* نمازی کے لئے مشروع ہے کہ جب رکوع سے سر اٹھائے تو تکبیر کے ساتھ اپنے ہاتھوں کو بھی اٹھائے۔ اس مقام پر رفع یدین کرنے کی سنیت پر ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث دلالت کرتی ہے جو کہ گزر چکی ہے۔

*** تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرے:**

اس کی دلیل ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس میں ہے کہ: پھر آپ نے سمع اللہ لمن حمدہ کہا اور رفع یدین کیا"[49]۔

بخاری کے روایت کردہ الفاظ یہ ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نماز تکبیر تحریمہ سے شروع کرتے اور تکبیر کہتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھا کر لے جاتے اور جب رکوع کے لیے تکبیر کہتے تب بھی اسی طرح کرتے اور جب « سمع اللہ لمن حمدہ » کہتے تب بھی اسی طرح کرتے اور « ربنا ولک الحمد » کہتے۔ سجدہ کرتے وقت یا سجدے سے سر اٹھاتے وقت اس طرح رفع یدین نہیں کرتے تھے[50]۔

چنانچہ حدیث کے الفاظ: "جب تکبیر کہتے "(تو رفع یدین کرتے)... اور جب « سمع اللہ لمن حمدہ » کہتے تب بھی اسی طرح کرتے "، اس بات کی دلیل ہیں کہ رفع یدین اسی وقت کرے جب تکبیر کا آغاز کرے۔

---

(48) اسے مسلم نے روایت کیا ہے (۴۹۸)

(49) اسے ترمذی (۳۰۴)، ابن ماجہ (۸۶۲)، ابن حبان (۱۸۶۵) اور ابن خزیمہ (۵۸۷) نے روایت کیا ہے اور اس کی اصل صحیح بخاری (۸۲۸) میں ہے۔

(50) صحیح بخاری (۷۳۸)

* نمازی کے لئے مشروع ہے کہ جب رکوع سے سر اٹھائے تو « سمع الله لمن حمده » کہے، اس کے بعد یہ دعا پڑھے جیسا کہ بہت سی صحیح احادیث میں آیا ہے:

"اللهم ربنا لك الحمد، ملء السماوات وملء الأرض ، وما بينهما، وملء ما شئت من شيء بعد، أهل الثناء والمجد، لا مانع لما أعطيت ، ولا معطي لما منعت، ولا ينفع ذا الجد منك الجد"[51]۔

احادیث میں تحمید (رکوع کے بعد کی دعا) کے مختلف صیغے وارد ہوئے ہیں، ان احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ: اس کے چار صیغے ہیں:

پہلا صیغہ: "ربنا لك الحمد"

دوسرا صیغہ: "ربنا ولك الحمد" واو کے اضافہ کے ساتھ۔

تیسرا صیغہ: "اللهم ربنا لك الحمد"

چوتھا صیغہ: "اللهم ربنا ولك الحمد" واو کے اضافہ کے ساتھ۔

نمازی کے لئے افضل یہ ہے کہ ان چاروں صیغوں پر عمل کرے، یہ چاروں ہی صیغے جائز ہیں، البتہ زیادہ تر اس دعا کا التزام کرے: "اللهم ربنا لك الحمد" یا "ربنا ولك الحمد" کیوں کہ یہ دونوں صحیح ترین صیغے ہیں۔

* بہتر یہ ہے کہ نمازی رکوع سے سر اٹھانے کے بعد (حالتِ قیام کی طرح ہی) ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھے ، انہیں نیچے نہ گرائے، البتہ اگر گرا بھی لے تو کوئی حرج نہیں، اس مسئلہ میں گنجائش ہے، کیوں کہ اس تعلق سے کوئی صریح دلیل نہیں آئی ہے، امام احمد نے اس کی وضاحت فرمائی ہے۔

---

(51) دیکھیں: المغني (١/٣٦٦)، مختصر الخرقي (ص ٢٢) اور شرح منتهى الإرادات (١/١٩٦)

سجدہ:

* سنت یہ ہے کہ انسان تکبیر کہتے ہوئے سجدہ میں جائے اور رفع یدین نہ کرے، یعنی: سنت یہ ہے کہ سجدہ کرتے وقت رفع یدین نہ کرے، اس کی دلیل ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث ہے: "رسول اللہ ﷺ نماز شروع کرتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے، اسی طرح جب رکوع کے لیے «الله اكبر» کہتے اور جب اپنا سر رکوع سے اٹھاتے تو دونوں ہاتھ بھی اٹھاتے (رفع یدین کرتے) اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے «سمع الله لمن حمده، ربنا ولك الحمد» کہتے تھے۔ سجدہ میں جاتے وقت رفع یدین نہیں کرتے تھے"[52]۔

* نمازی کے لئے واجب ہے کہ اپنے سات اعضائے جسم پر سجدہ کرے، اس کی دلیل ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث ہے، فرماتے ہیں: "نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم ہوا ہے: دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے، دونوں پاؤں اور پیشانی پر اور اپنے ہاتھ سے ناک کی طرف اشارہ کیا"[53] یہ سات اعضاء ہیں۔

* ان سات اعضاء میں سے اگر کسی ایک عضو کو بھی سجدہ میں شامل نہ کیا، بایں طور کہ وہ عضو زمین کو بالکل چھو ہی نہ سکا تو سجدہ باطل قرار پائے گا، کیوں کہ اس نے نماز کے ایک رکن کو فوت کر دیا۔

* ناک سمیت پیشانی پر (بیک وقت) سجدہ کرنا واجب ہے، اگر صرف پیشانی پر سجدہ کرے تو سجدہ مکمل نہ ہو گا۔

---

(52) اسے بخاری (٧٣٥)، مسلم (٣٩٠) اور ابوداود (٧٢٢) نے روایت کیا ہے۔

(53) اسے بخاری (٨٠٩) اور مسلم (٤٩٠) نے روایت کیا ہے۔

* اسی طرح اگر پیشانی کے بجائے صرف ناک کو زمین پر رکھے تو صحابہ کرام[54] کا اجماع ہے کہ سجدہ نہیں ہو گا، یہ ایک ظاہر امر بھی ہے، کیوں کہ پیشانی ہی اصل ہے، جیسا کہ نبی ﷺ کی حدیث ہے: "سات ہڈیوں پر: پیشانی پر"۔

* نمازی کے لئے جائز ہے کہ جب سجدہ میں جائے تو ہاتھوں سے پہلے اپنے گھٹنوں کو زمین پر رکھے، اگر چاہے تو پہلے ہاتھوں کو رکھے پھر گھٹنوں کو رکھے، علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ دونوں حالت میں نماز صحیح ہو گی، لیکن افضل کے تعلق سے ان کا اختلاف ہے، صحیح ترین قول کے مطابق ہاتھوں سے پہلے گھٹنے کو زمین پر رکھنا زیادہ افضل ہے، یہ قول عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ رضی اللہ عنہ کی سنت بھی قابل اتباع ہے، چہ جائیکہ انہوں نے یہ عمل نبی ﷺ سے اخذ کیا ہو، اس مسئلہ میں کوئی صحیح مرفوع حدیث نہیں آئی ہے، امام ترمذی فرماتے ہیں: اکثر علمائے کرام کے نزدیک اسی پر عمل ہے، ان کی رائے ہے کہ ہاتھوں سے پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھے اور جب قیام کے لئے کھڑا ہو تو گھٹنوں سے پہلے ہاتھوں کو زمین سے اٹھائے[55]۔

* سجدے کے دوران بازوؤں کو پہلوؤں سے جدا رکھنا سنت ہے، اس پر عمل کرنا مستحب اور ایک قول کے مطابق واجب ہے۔

اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

- عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی ﷺ: "جب نماز پڑھتے تو اپنے بازوؤں کے درمیان اس قدر کشادگی کر دیتے کہ دونوں بغلوں کی سفیدی ظاہر ہونے لگتی تھی"[56]۔ یہ حدیث صحیحین

(54) دیکھیں: الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ: ۱۲/ ۱۹۶، الإحکام شرح أصول الأحکام: ۱/ ۲۲۶

(55) سنن ترمذی: (۲/ ۵۶)

(56) اسے بخاری (۳۹۰) اور مسلم (۴۹۵) نے روایت کیا ہے۔

میں آئی ہے، بغلوں کی سفیدی اس لئے ظاہر ہوتی تھی کہ آپ ہاتھ اور بازو کے درمیان زیادہ کشادگی رکھتے تھے، کیوں کہ اگر معمولی کشادگی رکھتے تو صحابہ کرام نبی ﷺ کے بغلوں کی سفیدی نہ دیکھ پاتے۔

- انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:" سجدہ کرنے میں اعتدال رکھو (سیدھی طرح کرو) اور کوئی شخص تم میں سے اپنے بازوؤں کو کتے کی طرح نہ پھیلائے"(57)۔
- عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:"نبی ﷺ اس بات سے منع کرتے تھے کہ آدمی اپنے دونوں ہاتھ زمین پر درندے (جانور) کی طرح بچھائے"(58)۔
- ابو حمید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ: "جب سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھوں کو (زمین پر) اس طرح رکھتے کہ نہ بالکل پھیلے ہوئے ہوتے اور نہ سمٹے ہوئے۔پاؤں کی انگلیوں کے منہ قبلہ کی طرف رکھتے"(59)۔
- جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:"جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اعتدال کرے اور اپنے ہاتھ کو کتے کی طرح نہ بچھائے"(60)۔
- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:میں نبی اکرم ﷺ کے پاس آپ کے پیچھے سے آیا (اور آپ سجدے میں تھے) تو میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی، آپ ﷺ اس طرح سجدہ کئے ہوئے تھے کہ اپنے دونوں بازوؤں کو پسلیوں سے جدا کئے ہوئے تھے اور اپنا پیٹ زمین سے اٹھائے ہوئے تھے(61)۔

---

(57) اسے بخاری (۸۲۲) اور مسلم (۴۹۳) نے روایت کیا ہے۔

(58) اسے مسلم (۴۹۸) نے روایت کیا ہے۔

(59) اسے بخاری (۸۲۸) نے روایت کیا ہے۔

(60) اسے احمد (۱۴۰۱۸)، ابو داود (۸۹۷)، ترمذی (۲۷۵) اور ابن ماجہ (۸۹۱) نے روایت کیا ہے۔

(61) سنن ابی داود: (۸۹۹)

حدیث میں (مُجَخٍّ) کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ہیں: اپنے دونوں بازوؤں کو پسلیوں سے جدا کئے ہوئے تھے اور اپنا پیٹ زمین سے اٹھائے ہوئے تھے۔

* نمازی کو یہ اختیار ہے کہ سجدے کی حالت میں چاہے تو اپنے ہاتھوں کو مونڈھوں کے برابر رکھے اور چاہے تو کانوں کے برابر رکھے، دونوں ہی صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

* سنت ہے کہ نمازی اپنی دونوں رانوں کے درمیان کشادگی رکھے اور انہیں پیٹ سے جدا رکھے، جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے کہ: "جب آپ ﷺ نے سجدہ کیا تو اپنے پیٹ کو اپنی دونوں رانوں کے کسی حصہ پر اٹھائے بغیر اپنی دونوں رانوں کے درمیان کشادگی رکھی"[62]۔

یہ دونوں احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نمازی اپنی رانوں کے درمیان کشادگی رکھے، اپنی رانوں کے کسی حصہ پر اپنے پیٹ کو نہ اٹھائے، بلکہ رانوں اور پیٹ کے درمیان کشادگی رکھے، اسی طرح دونوں رانوں کے درمیان بھی کشادگی رکھے۔

* پاؤں کی ہیئت کے تعلق سے سنت یہ ہے کہ: سجدے کے درمیان انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف رکھے۔

کیا سجدے کے درمیان دونوں پاؤں کو ملا کر رکھے یا دونوں کے درمیان دوری رکھے؟ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، البتہ اس میں گنجائش ہے اور شاید زیادہ درست یہ ہے کہ دونوں پاؤں کو ملا کر رکھے۔

---

(62) اسے ابوداود (۷۳۵) نے روایت کیا ہے، یہ حدیث مذکورہ الفاظ کے ساتھ ضعیف ہے، البتہ اس مسئلہ میں ابن عباس کی حدیث معتمد ہے، فقط کیفیت بیان کرنے کے لئے میں نے مذکورہ الفاظ ذکر کئے ہیں۔

* وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ: "نبی ﷺ جب رکوع کرتے تو انگلیوں کے درمیان کشادگی رکھتے اور جب سجدہ کرتے تو انگلیوں کو ملا کر رکھتے "[(63)]۔

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ سجدے کی حالت میں انگلیوں کو ملا کر رکھنا مشروع ہے، اس حدیث کی سند حسن درجہ کی ہے، اس کی تقویت ان احادیث سے ہوتی جن میں انگلیوں کو قبلہ رخ رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے، کیوں کہ انگلیوں کو قبلہ رخ رکھنے کا عموماً یہ تقاضہ ہوتا ہے کہ انہیں آپس میں ملا کر رکھا جائے۔

* خلاصہ یہ کہ سنت کے مطابق جو سجدے ہوں گے ان میں درج ذیل چھ صفات کا یکجا ہونا ضروری ہے:

پہلی صفت: بازوؤں کو نہ پھیلائے۔

دوسری صفت: دونوں ہاتھوں اور پہلوؤں کے درمیان اتنی کشادگی رکھے کہ بغل کی سفیدی نظر آ سکے۔

تیسری صفت: جب سجدہ کرے تو اپنے ہاتھوں کو کانوں یا مونڈھوں کے برابر رکھے۔

چوتھی صفت: دونوں پاؤں کو کھڑا اور انگلیوں کو قبلہ رخ رکھے۔

پانچویں صفت: پیٹ کو رانوں سے الگ رکھے۔

چھٹی صفت: ہاتھ کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھے۔

جب سجدہ ان چھ صفات سے متصف ہو تو وہ سنت کے مطابق قرار پائے گا، اگر اس میں ان صفات کی کمی پائی گئی تو وہ اتباعِ سنت میں کمی شمار کی جائے گی، البتہ سجدہ کافی اور صحیح ہو گا کیوں کہ یہ صفات مستحب ہیں۔

* یہ جائز ہے کہ انسان اپنے ساتوں اعضائے جسم کے ساتھ زمین پر سجدہ کرے، اگرچہ ان اعضاء اور زمین کے درمیان کوئی چیز حائل ہو، سوائے پیشانی کے، چنانچہ یہ مکروہ ہے کہ انسان بغیر کسی ضرورت کے ایسی چیز پر سجدہ

---

(63) اس حدیث کو ابن حبان (۱۹۲۰) اور بیہقی نے الکبری (۲۵۲۶) میں روایت کیا ہے۔

کرے جو اس سے متصل ہو، جیسے اس کے کپڑے کا کنارہ، البتہ جب ضرورت درپیش ہو تو ایسا کرنا بغیر کسی کراہت کے جائز ہے۔

* سجدے میں "سبحان ربي الأعلى" پڑھنا مشروع ہے، جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ جب سجدہ کرتے تو یہ دعا پڑھتے: "سبحان ربي الأعلى"[64]۔ نیز عقبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ جب "سبح اسم ربک الأعلى" (اپنے بہت ہی بلند اللہ کے نام کی پاکیزگی بیان کر!) نازل ہوا تو نبی ﷺ نے فرمایا: "اسے سجدہ کے لئے کر لو"[65]۔

* رکوع کی دعاؤں کے بیان میں ان دعاؤں کا ذکر بھی گزر چکا ہے جو سجدے میں پڑھنا مستحب ہے۔

* سجدہ سے اٹھنے کے بعد اعتدال کرنا (اچھی طرح سے بیٹھنا) نماز کا ایک رکن ہے، اس کی دلیل نبی ﷺ کی یہ حدیث ہے: "جب سجدہ پوری طرح کر لو تو سر اٹھاؤ اور اچھی طرح سے بیٹھ جاؤ۔"[66]۔ سجدہ سے سر اٹھانا ایک رکن ہے اور دو سجدوں کے درمیان اعتدال کرنا دوسرا رکن ہے۔

* سنت ہے کہ دو سجدوں کے درمیان اچھی طرح سے بیٹھنے کے لئے جب پہلے سجدہ سے سر اٹھائے تو تکبیر کہے، کیوں کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ (نماز میں) ہر جھکنے اور اٹھنے کے وقت اللہ اکبر کہتے تھے[67]۔

---

(64) اسے مسلم (۷۷۲) نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(65) اسے ابوداود (۸۶۹)، ابن ماجہ (۸۸۷)، احمد (۱۷۴۱۴)، اور دارمی (۱۳۴۴) نے روایت کیا ہے۔

(66) اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے۔

(67) اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے۔

* دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا نماز کا رکن ہے، جیسا کہ حدیث المسیء میں آیا ہے:" جب سجدہ پوری طرح کر لو تو سر اٹھاؤ اور اچھی طرح سے بیٹھ جاؤ"[68]۔

نیز عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ نبی ﷺ جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو دوسرا سجدہ نہ کرتے یہاں تک کہ بالکل سیدھے بیٹھ جاتے[69]۔

* (دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے) کی کیفیت یہ ہے: نمازی اپنا بایاں پاؤں بچھائے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھے، عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ثابت ہے کہ نبی ﷺ جب (دو سجدوں کے درمیان) بیٹھتے تو بائیں پاؤں کو بچھاتے اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھتے[70]۔ یہ حدیث صحیح (مسلم) میں آئی ہے، نیز ابو حمید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی آیا ہے کہ آپ ﷺ ایسا کیا کرتے تھے[71]۔ سلف سے خلف تک تمام مسلمانوں کا عمل بھی اسی پر رہا ہے۔

* سنت ہے کہ انسان (دو سجدوں کے درمیان) اپنے بائیں ہاتھ (کی انگلیوں کو) پھیلا کر رکھے، اور اپنے دائیں ہاتھ کو اپنی ران پر اسی طرح رکھے جس طرح تشہد میں رکھتا ہے۔

* مستحب ہے کہ (دو سجدوں کے درمیان) انسان اپنے دائیں پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھے، کیوں کہ سنت ہے کہ وہ اس پاؤں کو کھڑا رکھے، اور جب کھڑا رکھے گا تو ضروری ہے کہ انگلیاں قبلہ رخ ہوں۔

* دو سجدوں کے درمیان دعا پڑھنا واجب ہے، دو سجدوں کے درمیان یہ دعا تین مرتبہ یا اس سے زائد مرتبہ پڑھے: (رب اغفرلی)، حذیفہ رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث میں آیا ہے کہ: نبی ﷺ دو سجدوں کے درمیان (رب

---

(68) اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے۔

(69) صحیح مسلم (۴۹۸)

(70) صحیح مسلم (۴۹۸)

(71) اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے۔

اغفرلی، رب اغفرلی) پڑھا کرتے تھے[72]۔ علمائے کرام نے اس حدیث کا مطلب یہ بتایا ہے کہ نبی ﷺ بار بار یہ دعا دہرایا کرتے تھے کیوں کہ دو سجدوں کے درمیان آپ کے بیٹھنے کی مقدار تقریباً آپ کے سجدوں کے برابر ہوا کرتی تھی۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ دونوں سجدوں کے درمیان یہ دعا پڑھا کرتے تھے: «اللهم اغفر لي وارحمني وعافني واهدني وارزقني» ”یعنی: اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، مجھے عافیت دے، مجھے ہدایت دے اور مجھے رزق دے“۔

لیکن بعض حفاظِ حدیث نے اشارہ کیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

امام احمد نے حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں وارد دعا کو مستحب بتایا ہے، کیوں کہ ان کے نزدیک وہ ابن عباس کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے، البتہ ابن عباس کی حدیث پر عمل کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

* جب نمازی جلسہ استراحہ -جو لوگ اس کی مشروعیت کے قائل ہے، ان کے نزدیک- کے بعد کھڑا ہونا چاہے، تو اپنے ہاتھوں کے سہارے سے کھڑا ہو، اگر جلسہ استراحہ نہ کرے اور فوراً ہی کھڑا ہو جائے -جو کہ ہمارے نزدیک راجح ہے، یعنی: جلسہ استراحہ مستحب نہیں ہے- تو وہ اپنے پاؤں کے سہارے سے گھٹنوں کے بل پر کھڑا ہو۔

دوسری رکعت:

(72) اس حدیث کو ابو داود (۸۷۴)، نسائی (۱۱۴۵)، ابن ماجہ (۸۹۷)، احمد (۲۳۳۷۵) اور دارمی (۱۳۶۳) نے روایت کیا ہے۔

* دوسری رکعت بھی پہلی رکعت کی طرح ہی پڑھی جائے گی، کیوں کہ نبی ﷺ نے اس صحابی سے فرمایا جن سے نماز میں غلطی ہوئی تھی کہ:" اسی طرح اپنی پوری نماز میں کرو"[73]۔

البتہ اس عموم سے درج ذیل امور مستثنی ہیں:

پہلا: تکبیر تحریمہ: چنانچہ دوسری رکعت میں تکبیر تحریمہ نہ کہے، کیوں کہ یہ نماز کے آغاز کے لئے مشروع ہے، اسی لئے پہلی رکعت کے علاوہ کسی رکعت بھی میں تکبیر تحریمہ نہیں ہے، نہ دوسری رکعت میں اور نہ اس کے بعد۔

دوسرا: دعائے استفتاح: نمازی کے لئے صرف پہلی رکعت میں ہی دعائے استفتاح پڑھنا مستحب ہے، اگر پہلی رکعت میں بھول جائے یا عمداً ترک کردے، تو اس کے بعد یہ دعا نہیں پڑھے، کیوں کہ اس سنت کا مقام پہلی رکعت ہی ہے۔

تیسرا: تجدیدِ نیت: نمازی کے لئے یہ مشروع نہیں کہ دوسری رکعت میں نیت کی تجدید کرے، بلکہ نیت کا شاملِ حال ہونا ہی کافی ہے۔

تشہد:

* پہلے تشہد کے دوران ہاتھ رکھنے کی دو صفتیں ہیں:

پہلی صفت: اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں رانوں پر رکھے۔

---

(73) اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے۔

جیسا کہ عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ: "رسول اللہ ﷺ جب (نماز میں تشہد کے لئے) بیٹھتے تو اپنا دایاں ہاتھ اپنی دائیں ران پر اور اپنا بایاں ہاتھ اپنی بائیں ران پر رکھتے اور بائیں گھٹنے کو اپنی بائیں ہتھیلی کے اندر لے لیتے "[74]۔ یہ الفاظ صحیح مسلم میں ثابت ہیں۔

دوسری صفت: اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھے:

اس کی دلیل عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث ہے کہ: نبی ﷺ جب (تشہد کے لئے) بیٹھتے تو اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھتے[75]۔ یہ حدیث بھی صحیح مسلم میں ہے۔

سنت ہے کہ کبھی کبھار اپنے بائیں گھٹنے کو اپنی بائیں ہتھیلی کے اندر لے لے جیسا کہ عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے[76]۔

ایک قول کے مطابق: زیادہ مناسب یہ ہے کہ اس سنت پر تورک کے دوران عمل کیا جائے، کیوں کہ تورک کے علاوہ دیگر مقامات پر تلقیم کرنا(یعنی: بائیں گھٹنے کو بائیں ہتھیلی کے اندر رکھنا) دشوار ہے۔

تشہد کے دوران ہاتھ رکھنے کی تین صفتیں ہیں:

پہلی صفت: سب سے چھوٹی انگلی اور اس سے ماقبل کی انگلی کو بند رکھے، درمیانی انگلی کو انگوٹھے سے ملا کر دائرہ بنائے – جیسے لوہے کا دائرہ ہوتا ہے – اور انگشتِ شہادت سے اشارہ کرے۔

یہ صفت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آئی ہے[77] اور یہ صحیح ہے۔

---

(74) صحیح مسلم (۵۷۹)

(75) صحیح مسلم (۵۸۰)

(76) اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے۔

(77) اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے۔

دوسری صفت: یہ صفت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں وارد ہوئی ہے جو صحیح مسلم میں ہے کہ: نبی ﷺ نے اپنے ہاتھ پر ۵۳ کی گانٹھ لگائی[78]۔ اس کی شکل یہ ہے کہ: سب سے چھوٹی انگلی، اس سے ماقبل کی انگلی اور درمیانی انگلی کو بند رکھے، انگوٹھے کو انگشت شہادت کی جڑ میں رکھے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے۔

تیسری صفت: سب سے چھوٹی انگلی، اس سے ماقبل کی انگلی، درمیانی انگلی اور انگوٹھے کو بند رکھے، یعنی تمام انگلیوں کو بند رکھے، سوائے انگشت شہادت کے، اور اسی سے اشارہ کرے۔ یہ صفت بھی صحیح مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی تمام انگلیوں کو بند رکھا اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا[79]۔

اس طرح ہمارے سامنے تین صفتیں ظاہر ہوئیں، انسان کے لئے مشروع ہے کہ ان تینوں پر عمل کرے، چنانچہ کبھی پہلی صفت کو اپنائے، کبھی دوسری پر عمل کرے اور کبھی تیسری کو اختیار کرے۔

* انگلیوں کو بند رکھنے اور انگشتِ شہادت سے اشارہ کرنے کی یہ مختلف کیفیات صرف جلسہ تشہد کے لئے وارد ہوئی ہیں، جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں آیا ہے: "جب تشہد کے لئے بیٹھتے"، چنانچہ دو سجدوں کے درمیان انگشتِ شہادت سے اشارہ کرنا مشروع نہیں ہے، بلکہ اس حالت میں انگلیوں کو پھیلا کر رکھنا مشروع ہے۔

* جب نمازی انگشتِ شہادت سے اشارہ کرے تو اس کے لئے یہ مشروع نہیں کہ اسے ذرا بھی جھکائے، کیوں کہ صحیح حدیث میں اس کی دلیل نہیں آئی ہے۔

* مسنون طریقہ یہ ہے کہ بغیر حرکت کے اپنی انگلی سے اشارہ کرے، یعنی جب تشہد میں بیٹھے تو انگلی کو حرکت نہ دے، کیوں کہ حرکت دینے کی کوئی صحیح دلیل موجود نہیں ہے، بلکہ اپنی انگلی سے صرف اشارہ کرے-اسے

---

(78) صحیح مسلم (۵۸۰/۱۱۵)

(79) صحیح مسلم (۵۸۰/۱۱۶)

اٹھائے رکھے - حرکت نہ دے، کیوں کہ صحیح احادیث میں حرکت دینے کا ذکر نہیں آیا ہے، بلکہ صرف اٹھا کر اشارہ کرنے کا ذکر آیا ہے، اور عبادات توقیفی ہوتی ہیں۔

صحیح مسلم میں عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: "رسول اللہ ﷺ جب نماز میں بیٹھتے تو اپنا بایاں پاؤں اپنی ران اور اپنی پنڈلی کے درمیان کر لیتے اور اپنا دایاں پاؤں بچھا لیتے اور اپنا بایاں ہاتھ اپنے بائیں گھٹنے پر اور اپنا دایاں ہاتھ اپنی دائیں ران پر رکھ لیتے اور اپنی انگلی سے اشارہ کرتے "[80]۔

نیز صحیح مسلم میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: "رسول اللہ ﷺ جب تشہد میں بیٹھتے تو اپنا بایاں ہاتھ اپنے بائیں گھٹنے پر رکھتے اور اپنا دایاں ہاتھ اپنے دائیں گھٹنے پر رکھتے اور انگلیوں سے ترپن کی گرہ بناتے اور انگشت شہادت سے اشارہ کرتے "[81]۔

مسند احمد میں وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: "میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ نے تکبیر تحریمہ کہی تو کان کی لو تک رفع یدین کیا، پھر جب رکوع کیا، نیز جب سمع اللہ لمن حمدہ کہا تو رفع یدین کیا، میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ نماز میں اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑے ہوئے ہیں، جب آپ (تشہد میں) بیٹھے تو آپ نے درمیانی انگلی اور انگوٹھے کو ملا کر دائرہ بنایا اور انگشت شہادت سے اشارہ کیا، اپنے دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھا"[82]۔

ان تمام صحیح احادیث میں بغیر حرکت کے اشارہ کرنے کا ذکر آیا ہے۔

---

(80) صحیح مسلم (٥٧٩)

(81) صحیح مسلم (٥٨٠)

(82) مسند احمد (١٩٠٧٦)

* پہلا تشہد نماز کے واجبات میں سے ہے، اگر بھول چوک میں چھوٹ جائے تو سجدہ سہو کے ذریعہ اس کی تلافی کی جائے گی۔

اس کے وجوب کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ اس پر مداومت برتتے تھے اور آپ نے فرمایا:"جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے اسی طرح نماز پڑھا کرو"[83]۔اگر بھول چوک میں چھوٹ جائے تو سجدہ سہو سے اس کی تلافی کی جائے گی۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے:"(تشہد میں) یہ دعا پڑھا کرو:التحيات لله"[84]۔

اسی طرح اس کے وجوب کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ تشہد کا خاص اہتمام کیا کرتے تھے، جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:"رسول اللہ ﷺ ہمیں تشہد اسی طرح سکھاتے جس طرح قرآن کی کوئی سورت سکھاتے تھے، چنانچہ آپ فرماتے تھے کہ: «التحيات المباركات الصلوات الطيّبات لله السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا رسول الله» یعنی:"آداب، بندگیاں، پاکیزہ صلاۃ و دعائیں اللہ ہی کے لیے ہیں، اے نبی! آپ پر سلام، اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں، اور سلام ہو ہم پر اور اللہ کے تمام نیک و صالح بندوں پر، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں"[85]۔

---

(83) اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے۔

(84) بخاری (۸۳۵)، مسلم (۴۰۲)

(85) صحیح مسلم (۴۰۳)

*پہلے تشہد میں یہ دعا پڑھنا مشروع ہے: «التحيات لله والصلوات والطيبات ، السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته، السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا رسول الله»۔

تشہد کی یہ دعا صحیحین[86] میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اسے امام احمد نے اختیار کیا ہے۔ ابو عیسی ترمذی فرماتے ہیں: "ابن مسعود کی حدیث مختلف طرق سے مروی ہے، تشہد کے تعلق سے نبی ﷺ کی وہ سب سے صحیح حدیث ہے، صحابہ کرام اور ان کے بعد تابعین میں سے اکثر اہل علم کا عمل اسی پر رہا ہے"[87]۔

*تشہد کی دوسری دعائیں بھی وارد ہوئی ہیں، جیسے:

۱- عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث، جسے امام مالک بن انس[88] نے اختیار کیا ہے، اس میں یہ دعا آئی ہے: "التحيات لله ، الزاكيات لله، الصلوات الطيبات لله"[89] اس دعا کا باقی حصہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث ہی کی طرح ہے۔

۲- ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث، اسے امام شافعی[90] نے اختیار کیا ہے، اس میں یہ الفاظ آئے ہیں: "التحيات المباركات الصلوات الطيبات لله"[91]، اس دعا کا باقی حصہ بھی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث ہی کی طرح ہے۔

---

(86) اس کا حوالہ گزر چکا ہے۔

(87) ان کا یہ قول سنن ترمذی میں حدیث نمبر (۲۸۹) کے تحت دیکھا جا سکتا ہے۔

(88) دیکھیں: المدوّنہ (۱/۲۲۶) ، التاج الإکلیل (۲/۲۵۰)

(89) اسے امام مالک نے مؤطا میں روایت کیا ہے (۵۳)

(90) دیکھیں: الأم: (۱/۱۴۰)، أسنی المطالب: (۱/۱۶۴)

(91) صحیح مسلم (۴۰۳)

اس طرح تشہد میں پڑھی جانے والی دعا کی تین قسمیں ہوئیں۔

یہ تینوں دعائیں جائز ہیں، ان میں سے کوئی بھی دعا پڑھے تو نماز درست ہو گی، البتہ افضل یہ ہے کہ ان دعاؤں کو بدل بدل کر پڑھا جائے، تاکہ سنت کی ان تمام اقسام پر عمل ہو سکے۔ البتہ اکثر و بیشتر ابن مسعود کی حدیث میں وارد دعا کا اہتمام کیا جائے، ان اسباب کے پیش نظر جو میں نے اس حدیث کے تحت ذکر کیا ہے۔

* پہلے تشہد میں نبی ﷺ پر درود بھیجنا مشروع نہیں ہے، بلکہ یہ آخری تشہد کے ساتھ خاص ہے۔

ابن القیم فرماتے ہیں: "پہلے تشہد میں تخفیف کرنا مشروع ہے، نبی ﷺ جب پہلے تشہد کے لئے بیٹھتے تو جلد ہی اٹھ جاتے، پہلے تشہد میں درود پڑھنا آپ سے ثابت نہیں، نہ ہی آپ نے اپنی امت کو اس کی تعلیم دی اور نہ ہی کسی صحابی نے اس عمل کو مستحب ٹھہرایا"[92]۔

پہلے تشہد سے اٹھنا:

* جب پہلے تشہد سے اٹھے تو اٹھنے کے دوران رفع یدین کرنا مشروع ہے:

اس کی دلیل ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث ہے: جب وہ نماز میں داخل ہوتے تو پہلے تکبیر تحریمہ کہتے اور ساتھ ہی رفع یدین کرتے۔ اسی طرح جب وہ رکوع کرتے تب اور جب «سمع الله لمن حمده» کہتے تب بھی رفع یدین کرتے اور جب قعدہ اولیٰ (پہلے تشہد) سے اٹھتے تب بھی رفع یدین کرتے۔ ابن عمر نے اس فعل کو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کیا (کہ نبی کریم ﷺ اسی طرح نماز پڑھا کرتے تھے)[93]۔ امام

---

(92) جلاء الأفهام: ٣٦٠

(93) صحیح بخاری (٧٣٩)

بخاری نے اس حدیث کے لئے جو باب قائم کیا ہے، وہ ہے: باب: قعدہ اولٰی (پہلے تشہد) سے اٹھنے کے بعد رفع یدین کرنا۔

اسی طرح ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ: رسول اللہ ﷺ کے دس صحابہ کرام کے درمیان جن میں ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، انہوں نے کہا: "میں آپ لوگوں میں سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کے بارے میں جانتا ہوں"، اسی حدیث میں ہے کہ انہوں نے فرمایا: "جب دوسری رکعت سے اٹھتے تو «الله أكبر» کہتے، اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ انہیں اپنے دونوں کندھوں کے بالمقابل لے جاتے جس طرح کہ نماز شروع کرنے کے وقت «الله أكبر» کہا تھا"[94]۔

---

(94) اسے احمد (۲۳۹۹۷)، ابو داود (۷۳۰)، ترمذی (۳۰۴)، اور ابن ماجہ (۸۶۲) نے روایت کیا ہے۔

نماز کا باقی حصہ:

* نماز کا باقی حصہ - تیسری اور چوتھی رکعت - بالکل اسی طرح پڑھے جس طرح پہلی اور دوسری رکعت پڑھا تھا، اس کی دلیل نبی ﷺ کی یہ حدیث ہے جو آپ نے اس صحابی سے فرمایا جن سے نماز میں غلطی ہوگئی تھی:"اسی طرح اپنی پوری نماز میں کرو"[95]۔

آخری تشہد:

آخری تشہد نماز کے ارکان میں سے ہے، اس کی دلیل ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے، وہ فرماتے ہیں: ہم لوگ نماز میں تشہد کے فرض کئے جانے سے پہلے «السلام على الله السلام على جبريل وميكائيل» "سلام ہو اللہ پر، سلام ہو جبرائیل اور میکائیل پر" کہا کرتے تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ اس طرح نہ کہو، کیونکہ اللہ تو خود سلام ہے، بلکہ یوں کہو: «التحيات لله...» [96]۔ نیز اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ نے اس عمل پر ہمیشگی برتی اور کبھی اس کو ترک نہیں کیا، اور آپ کا فرمان ہے:"جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے اسی طرح نماز پڑھا کرو"[97]۔

* آخری تشہد میں نبی ﷺ پر درود و سلام بھیجنا سنت مؤکدہ ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ واجب ہے۔

اس کی مشروعیت اور اہمیت پر درج ذیل احادیث دلالت کرتی ہیں:

- فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نماز میں دعا کرتے سنا، اس نے نہ تو اللہ تعالیٰ کی بزرگی بیان کی اور نہ ہی نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجا تو رسول اللہ

---

(95) اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے۔

(96) اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے۔

(97) اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے۔

ﷺ نے فرمایا: "اس شخص نے جلد بازی سے کام لیا"، پھر اسے بلایا اور اس سے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو پہلے اپنے رب کی حمد و ثنا بیان کرے، پھر نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے، اس کے بعد جو چاہے دعا مانگے"[98]۔

- کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ ہم لوگوں میں تشریف لائے تو ہم نے کہا: یا رسول اللہ! یہ تو ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ ہم آپ کو سلام کس طرح کریں، لیکن آپ پر درود ہم کس طرح بھیجیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح کہو: «اللهم صل على محمد، وعلى آل محمد، كما صليت على آل إبراهيم، إنك حميد مجيد، اللهم بارك على محمد، وعلى آل محمد، كما باركت على آل إبراهيم، إنك حميد مجيد»[99] "اے اللہ! محمد (ﷺ) پر اپنی رحمت نازل کر اور آل محمد ﷺ پر، جیسا کہ تو نے آل ابراہیم پر رحمت نازل کی، بلاشبہ تو تعریف کیا ہوا اور پاک ہے۔اے اللہ! محمد پر اور آل محمد پر برکت نازل کر جیسا کہ تو نے آل ابراہیم پر برکت نازل کی، بلاشبہ تو تعریف کیا ہوا اور پاک ہے"۔ایک حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں: "كما صليت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم " ۔یعنی: جس طرح ابراہیم اور آل ابراہیم پر رحمت نازل کی[100]۔

کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث میں نبی ﷺ پر درود بھیجنے کا صیغہ مذکور ہے۔

* دوسرے تشہد کے اخیر میں اس دعا کے ذریعہ اللہ کی پناہ طلب کرنا سنت ہے جو ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں وارد ہوئی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: "جب کوئی شخص آخری تشہد (تحیات اور درود) سے فارغ

---

(98) اسے احمد (۲۴۴۳۴)، ابوداود (۱۴۸۱) اور ترمذی (۳۴۷۷) نے روایت کیا ہے۔

(99) اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے۔

(100) اسے بخاری (۳۳۷۰) نے روایت کیا ہے۔

ہو جائے تو چار چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگے: جہنم کے عذاب سے، قبر کے عذاب سے، موت و حیات کے فتنے سے، اور مسیح دجال کے فتنے سے"[101]۔

* جب تشہد سے فارغ ہو جائے اور مذکورہ چار چیزوں سے پناہ طلب کر لے تو نمازی کے لئے مسنون ہے کہ اپنی رغبت کے مطابق جو چاہے دعا کرے، جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے جب (آخری) تشہد کا ذکر فرمایا تو کہا:" اس کے بعد نمازی کو اختیار ہے کہ جو دعا چاہے کرے"[102]۔

چنانچہ سنت ہے کہ انسان (آخری تشہد کے بعد) اپنی رغبت سے جو دعا چاہے کرے، البتہ احادیث میں وارد دعاؤں کا خاص اہتمام کرنا چاہیئے۔

تسلیم:

* پھر سلام پھیرے، جو کہ نماز کا رکن ہے، چنانچہ یہ کہے:"السلام عليكم ورحمة الله وبركاته"

* سلام پھیرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ: پہلے دائیں جانب سلام کرے، پھر بائیں جانب سلام کرے اور (دونوں طرف) اتنا گھومے کہ رخسار کی سفیدی نظر آسکے، اس کی دلیل ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: آپ ﷺ نے دائیں اور بائیں طرف سلام پھیرا، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے رخسار کی سفیدی نظر آنے لگی، آپ نے فرمایا:"السلام عليكم ورحمة الله وبركاته"[103]۔

---

(101) اسے بخاری (۱۳۷۷) اور مسلم (۵۸۸) نے روایت کیا ہے۔

(102) اسے بخاری (۸۳۵) اور مسلم (۴۰۲) نے روایت کیا ہے۔

(103) اسے ابو داود (۹۹۶)، نسائی (۱۱۴۲)، ابن ماجہ (۹۱۴) اور احمد (۳۶۹۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

٭ سلام پھیرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ: نہ کھینچ کر سلام پڑھے، نہ اسے دراز کرے، اور ہاء کو جزم دے، اس کی دلیل نبی ﷺ سے مروی یہ حدیث ہے، آپ نے فرمایا: «حذفِ سلام» سنت ہے[104]۔ امام احمد[105] اور امام ابن المبارک[106] نے اس کی تفسیر یہ بیان کی ہے کہ سلام کو زیادہ نہ کھینچے۔

٭ آخری تشہد میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ تورک کرے، تورُّک یہ ہے کہ: دایاں پاؤں کھڑا رکھے، اپنی سرین کے بل زمین پر بیٹھ جائے اور بایاں پاؤں (ران کے نیچے سے) مقابل سمت کی جانب بڑھا دے۔

تین رکعت یا چار رکعت والی نماز میں آخری تشہد کے دوران اس کیفیت کے ساتھ بیٹھنا مشروع ہے، عام الفاظ میں کہہ سکتے ہیں کہ: دو تشہد والی ہر نماز میں تورُّک کرنا مشروع ہے۔

اطمینان اور خشوع وخضوع:

٭ اطمینان نماز کا ایک رکن ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ: (تمام ارکان اور واجبات کو) اتنے سکون سے ادا کرے کہ واجبی ذکر اور دعا پڑھ سکے۔ یہ واجب کو ادا کرنے کی ادنی ترین مقدار ہے۔

٭ اطمینان کے واجب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اس صحابی سے عرض کیا جن سے نماز میں غلطی ہوگئی تھی کہ:" پھر رکوع کرو یہاں تک کہ رکوع کی حالت میں برابر ہو جاؤ"۔ نماز کے باقی ارکان بھی اسی طرح ادا کرنے کی آپ نے تعلیم دی۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو بے اطمینانی سے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا (نہ وہ رکوع پوری طرح کر رہا تھا نہ سجدہ)۔ اس لیے آپ نے اس سے کہا کہ:" تم نے نماز ہی نہیں پڑھی اور اگر تم مر گئے تو تمہاری موت اس سنت پر نہیں ہو گی جس پر اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو پیدا کیا تھا"[107]۔

---

(104) اسے ابوداود(۱۰۰۴)، ترمذی(۲۹۷)، نسائی(۱۱۴۲) اور احمد(۱۰۸۸۵) نے ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(105) دیکھیں: الشرح الکبیر:(۱/۵۹۳)، کشاف القناع:(۱/۳۶۲)

(106) دیکھیں: سنن الترمذی(۱/۳۸۶)، کشاف القناع:(۱/۳۶۲)

(107) صحیح بخاری(۷۹۱)

* نماز میں خشوع وخضوع قائم کرنا مسنون اور مستحب ہے، امام ابن القیم رحمہ اللہ نے خشوع کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: "خشوع یہ ہے کہ: رب تعالی کے دربار میں عاجزی وانکساری اور دل جمعی کے ساتھ قیام کیا جائے "(108)۔

* نبی ﷺ اور کبار صحابہ کرام سے تواتر کے ساتھ منقول ہے کہ وہ خشوع وخضوع کا حد درجہ اہتمام کیا کرتے تھے، اسی لئے عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: " آپ ﷺ چار رکعت پڑھتے، وہ رکعتیں کتنی لمبی ہوتی تھیں، کتنی اس میں خوبی ہوتی تھیں اس کے بارے میں نہ پوچھو"(109)۔

* تسلسل کے ساتھ زیادہ حرکت کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

بعض فقہائے کرام کے نزدیک زیادہ حرکت کا ضابطہ یہ ہے کہ: جب اس شخص پر کسی کی نظر پڑے تو وہ سمجھے کہ وہ شخص نماز میں نہیں ہے۔

---

(108) سابق مرجع

(109) اسے بخاری (۱۱۴۷) اور مسلم (۷۳۸) نے روایت کیا ہے۔

نمازی کے سامنے سترہ:

* سترہ رکھنا سنت مؤکدہ ہے، اس کی دلیل نبی ﷺ کی یہ حدیث ہے:" "جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو کسی سترے کی طرف منہ کر کے پڑھے، اور اس سے قریب رہے"[110]۔

* سترہ ایسا ہونا چاہئے کہ زمین پر قائم اور کھڑا ہو، نہ کہ زمین پر پڑا اور گرا ہو۔

* سترہ کی مقدار یہ ہے کہ کجاوے کی پچھلی لکڑی جیسی ہو، اس کی دلیل صحیح مسلم میں مروی عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث ہے کہ غزوہ تبوک میں نبی ﷺ سے سترہ (کی کیفیت سے) متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:"كآخرة الرحل"، یعنی:" کجاوے کی پچھلی لکڑی جیسی ہونی چاہئے"۔ صحیح مسلم میں "كمُؤخّرة الرحل "کا لفظ بھی آیا ہے[111]۔(اس کا مطلب بھی یہی ہے: کجاوے کی پچھلی لکڑی)۔ یہ ایک بازو کے برابر ہوتا ہے، معلوم ہوا کہ سترہ کی لمبائی ایک بازو یا اس کے آس پاس ہے۔

البتہ سترہ کی چوڑائی کے بارے میں فقہائے کرام کا کہنا ہے کہ: اس کی کوئی تحدید نہیں ہے، اس لئے جائز ہے کہ سترہ کی مقدار تیر کی مانند ہو، اسی طرح دیوار کو سترہ بنانا بھی جائز ہے، کیوں کہ نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے برچھا کو سترہ بنایا[112]، اونٹ[113] اور دیوار[114] کی طرف رخ کرکے نماز پڑھی۔

* نمازی کے سامنے سے گزرنا حرام ہے، اس کی دلیل نبی ﷺ کی یہ حدیث ہے: "اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والا یہ جان لے کہ اس پر کس قدر (گناہ) ہے، تو اس کو نمازی کے سامنے گزرنے

---

(110) اسے ابو داود (٦٩٨) نے روایت کیا ہے اور اس حدیث کی اصل صحیحین میں ہے۔

(111) صحیح مسلم (٥٠٠)

(112) اسے بخاری (٤٩٤) اور مسلم (٥٠١) نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

(113) اسے بخاری (٤٣٠) نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

(114) اسے بخاری (٤٩٦) اور مسلم (٥٠٨) نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ اور ابو داود (٧٠٨) نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

سے چالیس (دن یا مہینے یا سال تک) وہیں کھڑا رہنا بہتر لگتا" [115]۔دوسری روایت میں ہے:" اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والا جانتا کہ اس کا کتنا بڑا گناہ ہے..."[116]۔

* اگر کوئی شخص نمازی کے آگے سے گزرنا چاہے تو نمازی کو حق ہے کہ اسے منع کرے، اس میں فقہائے کرام کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے، اس کی دلیل نبی ﷺ کی یہ صحیح حدیث ہے ، جس کے راوی ابوسعید رضی اللہ عنہ ہیں: جب کوئی شخص نماز کسی چیز کی طرف منہ کر کے پڑھے اور اس چیز کو آڑ(سترہ) بنا رہا ہو پھر بھی اگر کوئی سامنے سے گزرے تو اسے روک دینا چاہیے۔اگر اب بھی اسے اصرار ہو تو اس سے لڑنا چاہیے۔کیونکہ وہ شیطان ہے"[117]۔

یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ (نمازی کے سامنے سے) گزرنے والے کو روکنا سنت ہے۔

امام نووی[118] اور شوکانی[119] وغیر ھما نے ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ فائدہ مستنبط کیا ہے کہ گزرنے والے کو روکنا اور اس سے لڑنا اس شخص کے لئے جائز ہے جو اپنے سامنے سترہ رکھے اور احتیاط سے کام لے، البتہ وہ شخص جو نہ سترہ رکھے اور نہ احتیاط برتے، اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ گزرنے والے سے لڑے یا سختی کے ساتھ اسے روکے۔

یہ حکم انہوں نے نبی ﷺ کے اس فرمان سے اخذ کیا ہے جو آپ نے حدیث کے آغاز میں ارشاد فرمایا:" جب کوئی شخص نماز کسی چیز کی طرف منہ کر کے پڑھے اور اس چیز کو آڑ (سترہ) بنا رہا ہو"، اس حدیث میں لفظِ (إذا) شرط کے لئے آیا ہے، گویا آپ نے اسی شخص کو لڑنے کی اجازت دی ہے جو اپنی نماز میں احتیاط

---

(115) اسے بخاری (۵۱۰) اور مسلم (۵۰۷) نے ابو جہیم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(116) الإلمام بأحاديث الأحكام: ٦٥

(117) اسے بخاری (۵۰۹) اور مسلم (۵۰۵) نے روایت کیا ہے۔

(118) دیکھیں: المجموع: ۳/۲۴۹

(119) نیل الأوطار: ۳/۷

برتے اور ایسا سترہ اپنے سامنے رکھے جو لوگوں کو اس کے اور اس کی جائے نماز کے درمیان سے گزرنے سے روکے۔

نووی اور شوکانی کا قول نہایت مناسب اور الفاظِ حدیث کے بالکل موافق ہے، مزید یہ کہ جو شخص نماز کے دوران اپنے سامنے سترہ نہ رکھے وہ (نماز کے تئیں) کوتاہ شمار کیا جائے گا، اس لئے یہ نامناسب ہے کہ (سترہ رکھنے میں) کوتاہی بھی کرے، اور اپنے سامنے سے گزرنے والے لوگوں سے لڑے بھی۔

* اگر نمازی اپنے سامنے سترہ رکھ کر نماز نہ پڑھے تو جو شخص اس سے دور ہو اس کے لئے اس کے سامنے سے گزرنا جائز ہے، البتہ جو قریب ہو، اس کے لئے یہ جائز نہیں۔

قریب کی حد اس کے سجدہ کرنے کی جگہ ہے، اور اس کے بعد (جو بھی مسافت ہو) وہ دور کے حکم میں ہے، یعنی نمازی کے کھڑے ہونے کی جگہ اور اس کے سجدہ کرنے کی جگہ کے درمیان سے گزرنا جائز نہیں۔

* نمازی کے سامنے سے گزرنا اگرچہ حرام ہے، لیکن اس سے نماز نہیں ٹوٹتی، الا یہ کہ گزرنے والی کوئی عورت ہو، یا کالا کتا ہو، یا گدہا ہو، اس کی دلیل نبی ﷺ کی یہ حدیث ہے: "جب تم میں سے ایک آدمی کھڑا نماز پڑھ رہا ہو تو اگر اس کے سامنے پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر کوئی چیز ہو تو وہ سترہ بن جاتی ہے، اور اگر اس کے سامنے پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر کوئی چیز نہ ہو تو عورت، گدھا اور کالا کتا اس کی نماز توڑ دیتے ہیں"۔ ایک شخص نے ابوذر رضی اللہ عنہ -جو کہ راوی حدیث ہیں- سے کہا: کالے، زرد اور سرخ میں کیا فرق ہے؟ تو ابوذر نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تھا تو آپ نے فرمایا: "کالا کتا شیطان ہے"[120]۔

(120) اسے مسلم (۵۱۰) نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

عورت کی نماز:

* مذکورہ تمام اذکار، تلاوت قرآن، نماز کے طریقے اور کیفیات میں عورت مرد ہی کی طرح کرے گی، سابقہ تمام سنن، واجبات اور ارکان میں عورت مرد کی ہمسر اور برابر ہے، کیوں کہ نبی ﷺ کی حدیث ہے:
"عورتیں بھی (شرعی احکام میں) مردوں ہی کی طرح ہیں"[121]۔

* اس سے صرف ایک مسئلہ مستثنی ہے، وہ ہے اعضائے جسم کے درمیان کشادگی رکھنا:
چنانچہ عورت کے لئے مسنون طریقہ یہ ہے کہ اپنے اعضائے جسم کو سمیٹ کر رکھے، یعنی ہر وہ مقام جس میں مرد اپنے اعضاء کے درمیان کشادگی رکھتا ہے، عورت اپنے اعضاء کو سمیٹ کر رکھے، لہذا جس مقام پر ہم مرد کو کہتے ہیں کہ: سنت یہ ہے کہ اعضائے جسم کے درمیان کشادگی رکھی جائے، اس مقام پر عورت کے لئے سنت یہ ہے کہ: اپنے اعضاء کے درمیان کشادگی نہ رکھے، بلکہ انہیں سمیٹ کر رکھے۔
ابن رجب فرماتے ہیں: "عورت (اپنے اعضاء کے درمیان) کشادگی نہیں رکھے گی، بلکہ انہیں سمیٹ کر رکھے گی، اہل علم اسی کے قائل ہیں"[122]۔

***

والحمد لله رب العالمين وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين.

---

(121) اسے ابو داود (۲۳۶) اور ترمذی (۱۱۳) نے روایت کیا ہے۔

(122) فتح الباری لابن رجب: (۷/۲۴۶)